



الرُّهْبَانِيَّةُ

خُصُوصي شُمَاره

شَعْبَانُ الْمُعَظَّمُ سَنَه١٤٢٨هـ

لِعِبْرَى

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَقِيَّةَ الْدُّنْيَ فِي الْأَضَاءَةِ

تہران

اک نظر اے امام زماں دیکھئے

ایک ہی معا ایک ہی آرزو
ایک ہی منتها ایک ہی جستجو
ان کے سینوال کے اندر نہال دیکھئے
ان کے چہروں کے اوپر عیال دیکھئے
ہم گناہگار شیدائیوں کی طرف
اک نظر اے امام زماں دیکھئے

زخم لگتے ہیں اور کوئی مرہم نہیں
درد اٹھتا ہے اور کوئی ہمدرم نہیں
آج نالہ ہوا نارسا دیکھئے
آج فریاد ہے رائیگاں دیکھئے
ہم گناہگار شیدائیوں کی طرف
اک نظر اے امام زماں دیکھئے

آفیں دیکھئے مشکلیں دیکھئے
اتلا دیکھئے امتحاں دیکھئے
ہم گناہگار شیدائیوں کی طرف
اک نظر اے امام زماں دیکھئے
اک نظر اے امام زماں دیکھئے
اک نظر اے امام زماں دیکھئے

ہم گناہگار شیدائیوں کی طرف
اک نظر اے امام زماں دیکھئے
آفیں دیکھئے، مشکلیں دیکھئے
اتلا دیکھئے، امتحاں دیکھئے
ہم گناہگار شیدائیوں کی طرف
اک نظر اے امام زماں دیکھئے

آرزوں امیدوں کے گلزار پر
حملہ اور ہولی ہے خزاں دیکھئے
آسمانوں پر برق ٹپاں دیکھئے
آشیانوں سے اٹھتا دھواں دیکھئے
ہم گناہگار شیدائیوں کی طرف
اک نظر اے امام زماں دیکھئے

ماشیں افسرده دل بوڑھے کچھ سوچتے
نوجواں انتقامی عزائم میں کم
ہر طرف لاکھوں افراد بھرتے ہوئے
خاندانوں کو بے خانماں دیکھئے
ہم گناہگار شیدائیوں کی طرف
اک نظر اے امام زماں دیکھئے



سے چند

سوالات ?

سوال ۱ : غیبت کے زمانے میں آپ کا قیام کہاں رہتا ہے؟
جواب : ”اس وقت ظالموں کی بستی سے دور زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جب تک دنیا کی حکومت ظالموں اور جاہروں کے ہاتھوں میں ہے خداوند عالم نے ہمارے اور ہمارے بایمان شیعوں پہلے اسی میں مصلحت قرار دی ہے کہ ہم دور رہیں۔ لیکن اس کے باوجود تہاری ایک ایک بات سے باخبر ہیں۔“ (ص ۱۹۰)

”اس وقت غیر معروف پہاڑ کی بھٹی پر ہیں باعشوں سے گھری جگہ ہے یہاں آنکے بایمان افراد کی بنابر ہوا۔ اور عنقریب یہاں سے ہوا جگہ پر چلے جائیں گے جو آبادی سے بہت زیادہ دور نہ ہو۔“ (ص ۱۹۸ - ۱۹۷)

سوال ۲ : شیعوں پر جو صیتبیں اور بلاکیں نازل ہوتی ہیں ان کی وجہ کیا ہے؟

جواب : ”اس کی ایک وجہ یہ ہے جن باتوں سے گذشتہ افراد کنارہ کش رہتے تھے اور پرہیز کرتے تھے یہ لوگ انہیں کاموں کو انجام دے رہے ہیں۔ ان لوگوں نے خدا کے عهد و پیمان کو اس طرح پس پشت ڈال دیا ہے گویا اس سے واقف ہی نہیں ہیں۔“ (ص ۱۹۰) ”اور اگر ہماری سرپستی اور حفاظت نہ ہوتی تو نہایں ہر طرف سے لٹ پڑتی اور دشمن تم کو اکھڑا دیتے۔“ (ص ۱۹۰)

(اس سے واضح ہوتا ہے کہ بہت سی بلاک کو حضرت اپنے باپت وجود سے دور کر دینے ہیں ورنہ صورت حال کچھ اور ہی ہوتی)

سوال ۳ : اس دور آخر الزمان میں فتنہ و فساد سے محفوظ رہنے کا کیا راستہ ہے؟

جواب : ”نقوی اور پرہیزگاری، میں اس شخص کی نجات کا ضامن ہوں جو اس فتنے میں اپنے لئے کس منصب و مقام کا خواہاں نہ ہو“ (ص ۱۹۰) برادران دینی میں جو خوف خدا اختیار کرے گا۔ اس کی گردان پر جو حق ہے اسے صاحبان حنفی تک پہنچائے گا وہ فتنوں میں محفوظ رہے گا اور جو شخص خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرا نک پہنچانے میں بخل سے کام لے گا وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا۔“ (ص ۱۹۸ - ۲۰۰)

سوال ۴ : غیبت کے زمانے میں ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟

جواب : ”ایسے کام انجام دو جو تمہیں ہماری محنت سے نزدیک کر دے۔ اور ہماری ناپسندیدہ پیشوں سے دوری اختیار کرو“ (ص ۱۹۲)

سوال ۵ : آپے ملاقات کی کوئی صورت ہے؟

جواب : ”اگر ہمارے شیعہ — خدا انہیں اطاعت کی تو فرق عطا کرے۔ ایک دل ہو کر عهد و پیمان کو پورا کرتے تو ہماری باپت

یہ عنوان دیکھ کر ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ امام زمان علیہ السلام سے کہاں ملاقات ہوئی اور کس طرح ان سے انٹرلویڈے کا شرف حاصل ہوا۔ لہذا یہ بات پہلے ہی واضح کر دیں کہ حضرت امام زمان علیہ السلام سے ہماری براہ راست کوئی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ کہتے ہیں خط نامہ و پیام نصف ملاقات ہے۔ خط کے ذریعہ انسان مخاطب سے گفتگو کرنا ہے اس بنا پر خط کا انداز مضمون اور کتاب کے انداز سے مختلف ہوتا ہے۔

حضرت ولی عصر علیہ السلام خداوند عالم کے حکم کی بنابر پیشہ و فرمادی کے متعلق اپنے ہیں اس بنا پر آپ کے لوگوں سے براہ راست اور بالاشتہ گفتگو کا موقع کم طاہر ہے۔ زیادہ تر مسائل خطوط اور عرضیہ کی شکل میں آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کئے گئے ہیں اور آپ نے خطوط کے ذریعہ ان کے جوابات محنت فرمائے ہیں۔ حضرت امام زمان علیہ السلام کے خطوط کو اصطلاحی طور پر ”توقيع“ کہا جاتا ہے۔ یہ توقيعات مختلف کتابوں میں موجود ہیں۔ حضرت آیت اللہ سید حسن شیرازی طاب ثراه نے ان توقيعات کو ”کلمۃ الامام المبدی“ نامی کتاب میں مختلف کتابوں کے حوالہ سے پیچا کیا ہے۔ اصل کتاب عربی میں ہے۔ ڈاکٹر سید حسن سبزواری نے اس کتاب کا فارسی ترجمہ اسی نام سے کیا ہے۔ ذیل میں جو سوال و جواب پیش کئے ہجاء رہے ہے یہ جوابات حضرت ولی عصر علیہ السلام کی مختلف توقيعات سے اخذ کئے گئے ہیں۔ لہذا حضرت ولی عصر علیہ السلام کی توقيعات کے ذریعہ حضرت سے یہ صاف ملاقات ہے۔ جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ خدا کرے یہ کوشش حضرت کی بارگاہ اقدس میں قبول ہو۔

(آئین) انتظار میں اس دن کے جب حضرت کی بال مشافہ گفتگو پیش کر سکیں۔

علاوه اور کوئی حلال کمالی نہیں ہے تو حرام ہے۔
(ص - ۲۴۶)

سوال ۱۳: نماز شروع کرتے وقت خدا کی بارگاہ میں کس طرح نوجوں کریں۔؟

جواب: مستحب موكد ہے کہ اس طرح خدا کی بارگاہ میں توجہ حاصل کرو۔ «وَجَهْتُ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مُسْلِمًا عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَدِينِ مُحَمَّدٍ وَهَذُو أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَمَا آتَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَوَاتِ وَسُكُونَ وَمَحْيَا وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَمِنْهُ لِكَ أَمْرُتُ وَآتَانِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ اَعُوذُ بِاللَّهِ الشَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» اس کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر سورہ الحمد کی قرات کرے
(ص - ۲۳۰)

سوال ۱۴: نماز واجب کے بعد سجدہ شکر بجالانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سجدہ واجب سنتوں میں ہے اسکی بہت زیادتہ ناکید کی گئی ہے۔ جس طرح واجب کو مستحبات پر برتری حاصل ہے اسی طرح نماز واجب کے بعد سجدہ شکر کو نماز مستحب کے بعد سجدہ شکر پر برتری حاصل ہے۔ (ص - ۲۳۲ - ۲۳۳)

سوال ۱۵: کیا جنت میں مومنین کے بیہاں پچے پیدا ہوں گے؟

جواب: جنت میں نہ عوتیں حاصل ہوں گی اور نہ ماہواری میں مبتلا ہوں گی۔ جنت میں لقبیں وہ چیزوں نصیب ہوں گی جن سے آنکھوں اور دلوں کو لذت نصیب ہو۔ (ص - ۲۷۰)

سوال ۱۶: کیا خاک شفاقبری رکھی جاسکتی ہے؟

جواب: ہاں رکھی جاسکتی ہے اور خدا کے حکم کفرن کے دھاگے خاک شفاس سے مخلوط ہو جاتے ہیں۔ (ص - ۲۷۳)

سوال ۱۷: کیا خاک شفاس سے تسبیح بنائی جاسکتی ہے؟

جواب: تسبیح بھیلے کوئی چیز اس سے زیادہ سزاوار نہیں ہے اس کے فضائل میں ہے کہ بسا افات انسان تسبیح پڑھنے سے غالباً ہو جاتا ہے اور صرف تسبیح کے دالوں کو بلاتا رہتے ہے۔ لقاوں کو تسبیح پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ (ص - ۲۷۳)

سوال ۱۸: کیا خاک شفاس پر سجدہ کیا جاسکتا ہے؟

جواب: خاک شفاس پر سجدہ کرنا جائز ہے اور باعث فضیلت ہے۔ (ص - ۲۷۳)

ملاقات میں تغیرت ہوتی۔ ہمارے دیدار کی سعادت انہیں جلد نصیب ہوتی۔ جس چیز نے ہم کو ان سے دور کر دیا ہے دراصل وہ باقیں ہیں جو ہم ان سے ناپسند کرتے ہیں۔ (ص - ۲۰۰)

سوال ۱۹: شیطان کو کس طرح ذلیل و رسوا کر سکتے ہیں۔؟

جواب: ”اول وقت نماز ادا کرنا شیطان کو ذلیل و رسوا کر دینا ہے۔“ (ص - ۲۰۳)

سوال ۲۰: جو چیز آپ سے مکملے وقف کر دی گئی ہے کیا شخص کا میں اس کو استعمال کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ”اگر وہ چیز حوالہ کردی گئی ہے پھر اس پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ خواہ دینے والے کو اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔“ (ص - ۲۰۴)

سوال ۲۱: جو لوگ آپ کی چیزوں کو اپنی ذات مکملے استعمال کرتے ہیں ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔؟

جواب: ”کسی کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا حرام ہے۔ چہ جایسیکہ ہماری چیزوں میں جو لوگ ہمارے اموال کو حلال سمجھ کر کھا رہے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور عقر قرب جہنم عین لے جائیں گے۔“ (ص - ۲۰۴ - ۳۷۲ - ۳۷۳)

سوال ۲۲: اگر تصویر اور آگ سامنے ہو تو نماز پڑھنا کیسے ہے؟

جواب: ”جو لوگ بت پرست اور آتش پرست کی اولاد نہیں ہیں ان کے لئے جائز ہے۔“ (ص - ۲۰۴)

سوال ۲۳: نماز میں کون سی سورے پڑھنا زیادہ بہتر ہے؟

جواب: ”جو شخص نماز میں سورہ ”رنا انز لناہ فی بیلة القدر“ نہیں پڑھتا اس کی نماز کس طرح قبول ہوتی ہے۔“

سوال ۲۴: قل هو اللہ احد، نہیں پڑھنا اسکی نماز پاکیزہ نہیں ہے۔

سوال ۲۵: رواتیوں میں دوسرے سوروں کے محی ثواب مذکور ہیں جیسے اگر کوئی سورہ ”تہزہ“ پڑھے تو اس کو دنیا کے برداری ثواب ملے گا۔

جواب: ”روایت میں جو ثواب مذکور ہے وہ اس کو ملے گا۔ لیکن اگر کوئی دوسرے سوروں کو ترک کر کے سورہ ”رنا انز لناہ فی بیلة القدر“ اور سورہ ”قل هو اللہ احد“ پڑھے گا تو اس کو ان سوروں کا محی ثواب دیا جائے گا۔“

وہ دوسرے سورے محی پڑھ سکتا ہے۔ البتہ فضیلت کو ترک کرے گا۔ (ص - ۲۱۷ - ۲۱۴)

سوال ۲۶: ملا وہ شخص جس کی کمالی حرام ہے اس کے بیہاں کھانا پینا اور اس سے مال بیننا کیسا ہے؟

جواب: اگر حرام کے علاوہ اور بھی کوئی ذریعہ معاش ہے تو اس کے بیہاں کھاتا پینا اور مال بیننا حرام نہیں ہے۔ اور اگر حرام کے ہے۔

سوال ۱۹: کیا مخصوصین علیہم السلام کی قبور پر سجدہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب: قبور پر سجدہ نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ یہ رہا کو قبر پر بلا جا سکتا ہے اور قبر کے سامنے نماز پڑھنے میں کوئی خرج نہیں ہے۔ (ص - ۲۲۶)

سوال ۲۰: ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو عالم ہبہ دینی سوالات کس سے دریافت کریں؟

جواب: ہماری حدیثوں کے روایوں کی طرف رجوع کرو ہم نے ان لوگوں کو تم پر جنت قرار دیا ہے۔ (ص - ۲۸۸)

سوال ۲۱: آپ کی غیبت کی حکمت کیا ہے؟

جواب: خداوند عالم کا ارشاد ہے: "بہت سی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو اگر بیان کردی جائیں تو تھیں برا لگے گا۔" (سورہ مائدہ ۱۰۱) (ص - ۲۹۰)

سوال ۲۲: آپ کی غیبت کب ختم ہوگی اور کس وقت آپ کا طہور ہو گا؟

جواب: ایسی چیزیں دریافت مت کرو جس کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اور جو تمہاری ذمہ داری نہیں ہے اس کے بارے میں سوال مت کیا کرو۔ (ص - ۴۹۰)

سوال ۲۳: کیا شخص ادا کرنا ضروری ہے؟ کیا اس کو ادا کرنے کی کوئی صورت ہے؟

جواب: تمہارا مال صرف اس لئے قبول کرتے ہیں کہ تم پاک ہو جاؤ۔ خدا نے جو ہبہیں عطا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے۔ (ص - ۲۸۶)

سوال ۲۴: کیا لوگ آپ کی غیبت میں آپ کے وجود سے استفادہ کر سکتے ہیں؟

جواب: لوگ میری غیبت میں مجھ سے اسی طرح استفادہ کر سکتے ہیں۔ جیسی طرح بدیبوں میں پوشیدہ سورج سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (ص - ۲۹۰)

سوال ۲۵: رہبران خداوندی کی کیا صفات اور منزہیں ہیں؟

جواب: خدا نے ان لوگوں کو گناہوں سے مخصوص قرار دیا ہے ہر عبیس سے پاک اور ہر لپتت سے پاکیزہ قرار دیا ہے ان کو اپنے علم کا حزاں نہ دار اور اپنی حکمت کا امامت دار قرار دیا ہے۔ مرکزاً سردار بنایا ہے۔ دلیلوں کے ذریعہ ان کی تائید کی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر شخص دعوی کر دیتا اور حق باطل سے نہ پہچانا جاتا۔ اور علم جہل سے جدا نہ ہوتا۔ (ص - ۲۹۶)

سوال ۲۶: انبیاء اور آئمہ علیہم السلام کے بھیجنے کی باعت و حکمت ہے؟

جواب: سفیانی کے خروج اور آسمانی آوار سے پہلے اگر کوئی مشاہدہ کا دعوی کرے تو وہ جھوٹا اور افترا پر واز ہے۔ (غیبت کبریٰ میں کوئی ناٹھی نہیں ہے کہ) (ص - ۲۸۷)

سوال ۲۷: وہ سادات جو آپ کی ولایت کا انکار کرتے ہیں انکی نجات کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: خداوند عالم سے کسی کی رشتہ داری نہیں ہے جو انکا کر کیجا وہ ہم سے نہیں ہے۔ وہ اسی طرح ہے جس طرح جناب نوح کا فرزند ہے۔ (ص - ۲۸۶)

قرار دی ہیں۔ ” خدا کی قسم ہم وہ بستی میں جسے خدا نے با برکت قرار دیا ہے اور تم لوگ ظاہری بستیاں ہو ۔ ” (سورہ سبادر ۱) ص۔ ۳۶۷

سوال ۲۷ : خداوند عالم کس کو ہدایت عطا کرتا ہے۔ ۶

جواب : ” جو ہدایت چاہتا ہے خدا اس کو ہدایت عطا کرتا ہے جو طلب کرتا ہے اس کو مل جانا ہے۔ ” (ص۔ ۵۲۷)

سوال ۲۸ : کیا آپ کی تلاش کرنا صحیح ہے۔ ۶

جواب : ” جو مجھے تلاش کرنے کی زیادہ سعی کو شکش کرے گا وہ دشمنوں کو میری طرف رہنا لی کرے گا۔ اور جو دشمن کو میری طرف رہنا کرے گا۔ اس نے میری زندگی کو خطرہ میں ڈالا ہے اور جو میری زندگی کو خطرہ میں ڈالے وہ مشرک ہے۔ ” (ص۔ ۵۲۸)

سوال ۲۹ : لوگوں کے تعلق سے علماء کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

جواب : ” لوگوں سے تو اضุع سے پیش آئیں۔ اپنی نشست دہنیزیر قرار دیں اور لوگوں کی ضرورتیں پوری کریں۔ ہم مدد کریں گے۔ ” (ص۔ ۵۶۸)

سوال ۳۰ : کیا رشتہ داروں کی ضرورتوں کو دوسروں کی ضرورتوں پر ترجیح دے سکتے ہیں۔ ۶

جواب : ” حضرت امام موسی بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا۔ ” اگر رشتہ دارحتاج ہو تو خاص صدقہ قبول نہیں کرتا ہے۔ ” (ص۔ ۲۵۲)

سوال ۳۱ : اگر دوسرے کو دینے کی نیت کریں ہے تو کیا کرے۔ ۶

جواب : ” مال کو دلوں میں تقسیم کر دیتے تاکہ پوری فہیمت مل جائے۔ ” (ص۔ ۲۵۴)

اس مقدس اور نہایت با برکت دن کے انتظار میں جب حضرت سے براہ راست گفتگو کر سکیں۔ اور حضرت کے جمال اندر، کی زیارت سے قلب و نظر کو منور کر سکیں۔ (انشاء اللہ)

گواہی نہ دے۔ ” (محبت خدا بقید صفحہ ۲۱)

” اس نے میری نعمت کا انکار کیا۔ اس سے میری عظمت کو حقیر گردانا۔ میری نشانیوں اور میری کتابوں کا انکار کیا۔ ”

(اس کے بعد جملوں پر خوب توجہ فرمائیے اور دیکھئے خدا انکہ پہنچنے میکدے جب خدا کی معرفت کس قدر ضروری ہے)

” اگر میری طرف رخ کرے گا تو اپنے کو اس سے چھپا لوں گا

اگر مجھ سے سوال کرے گا تو اس کو محروم کر دیں گا، اگر مجھ پکارے گا۔ اس کی آواز نہیں سنوں گا، اگر مجھ سے امید لگائے گا تو اس کو مایوس کر دیں گا، میری طرف سے یہ اس کی سزا ہے اور ج

جواب : ” خدا نے انبیاء اور آئمہ علیہم السلام کو اس لئے ارسال فرمایا۔ تاکہ وہ لوگوں کو اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیں خدا کی نافرمانی سے منع کریں۔ خدا اور دین خدا کے بارے میں جن چیزوں سے ناواقف ہیں اس سے انہیں آگاہ کریں ۔ ” (ص۔ ۲۹۲)

سوال ۳۲ : جو لوگ امامت کا غلط دعویٰ کرتے ہیں کس طرح ان کا امتحان لیں اور ان کو رسوا کریں؟

جواب : ” ان سے قرآن اور احکام کے بارے میں دریافت کرو نماز کے حدود و قبود دریافت کرو تھیں خود اس کی حقیقت کا علم ہو جائے گا۔ ” (ص۔ ۲۹۸)

سوال ۳۳ : کیا زمین کبھی محبت خدا سے خالی ہو سکتی ہے۔ ۶

جواب : ” زمین کبھی بھی محبت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی ہے خواہ ظاہر و آشکار ہو یا مخفی و پوشیدہ ۔ ” (ص۔ ۳۱۲)

سوال ۳۴ : حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد امام کون ہے۔ ۶

جواب : ” حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس کو اپنا ولی و جانشین قرار دیا ہے جس کو خدا نے اپنے حکم سے پر دے میں رکھا ہے (وہی سہارا امام ہے) ” (ص۔ ۳۱۳)

سوال ۳۵ : کیا ائمہ علیہم السلام خالق اور رازق ہیں۔ ۶

جواب : ” ائمہ معصومین علیہم السلام خدا سے دعا کرتے ہیں وہ ان کی دعا پر خلق کرتا اور رازق دیتا ہے۔ خداوند عالم ان کے حق و منزالت کو بلند کر نہ کھاطران کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ ” (ص۔ ۳۲۸ - ۳۳۰)

سوال ۳۶ : انسان کس وقت تک اپنے لئے فرزند کی دعا کر سکتا ہے۔ ۶

جواب : ” حمل کے چوتھے مہینے سے پہلے دعا کرے ” (ص۔ ۳۸۶ - ۵۹۸)

سوال ۳۷ : کیا عمومی مجلسوں اور مخالفوں میں آپ کا نام لیا جاسکتا ہے۔ ۶

جواب : ” اگر ان کوہما رانام بتاؤ گے وہ عام کر دیں گے ہماری جگہ بتاؤ گے وہ اس تک پہنچ جائیں گے ” (ص۔ ۳۲۰)

” جمع میں جو میرا نام لے اس پر لغت ہے ” (ص۔ ۲۷۲)

(حضرت - جلت - ولی عصر - بقیۃ امام زمانہ مہدی یہ سب حضرت کے لقب ہیں نام نہیں ہیں)

سوال ۳۸ : محدثین اور روایات حدیث کی کیا عظمت و منزالت ہے؟

جواب : ” کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں پڑھا ہم نے ان کے درمیان اور ان بستیوں کے درمیان جس میں ہم نے برکت قرار دی تھی ظاہری بستیاں

دعا

حضرت مهدی [ع]

بھی رازق کہا گیا ہے لیکن یہ سب بالواسطہ ہیں) اب یہ واضح ہو گیا ہے کہ رازق کا اطلاق عطا دامنی بھی ہوتا ہے۔ تو ایسے دیکھتے ہیں کہ ہمارے اور آپ کے امام عصر (ع) نے "ازرقا" کے زمرہ میں کن کن چیزوں کیلئے دعا کی ہے اور ایس کن کن نعمتوں کے مانع کے کیا سلیقہ سکھایا ہے "د توفیق" وفق، سے بنائے یعنی دو چیزوں کے درمیان میں موافق کا ایجاد کرنا اور اسی لئے اس کو "اصلاح" کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اصلاح اور کامیابی بھی توفیق کی اصلاح میں شامل ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندہ کو عطا کی جاتی ہے لہذا ارشاد باری ہوتا ہے "وَمَا تُوفِيقٌ إِلَّا بِاللَّهِ" (ہود: ۸۸) اور میری توفیق اور کامیابی نہیں ہے مگر اللہ کی جانب سے پڑھی چلا کہ سارے کمالات کا سرحد پذارت بارک تعالیٰ ہے چنانچہ اگر کسی کو کمالات حاصل کرنا ہے تو اس کے پاس کوئی دوسرا سبیل سوائے خداوند عالم کی بارگاہ میں دست فقیری پڑھانے کے نہیں ہے مزید تشریح کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جذبہ رحمت و برکت صلاحیت وہیت سعاد و بندگی عزت اور فلاح و بہبودی تمام توفیقات کا سرحد کرنا زبرگ و بزر کی ذات ہے۔ مثلاً ممکن ہے کوئی انسان بہت قوی ہو مگر توفیق نہ ہونے کی بنا پر عمل سے محروم رہے اور اسے برعکس ایک نہایت ہی ضعیف اور لا غرمان ہو، توفیق کی بنا پر سردی کی راتوں میں اٹھ کر سماز شب پڑھتا ہے یہ سب کچھ صحیح ہے تاہم یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ خدا کا کوئی کام یا امر بے سبب و علت کے نہیں ہوتا ہے۔ اسی لئے توفیقات کیلئے بھی اسکی علت اور سبب کا ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ خداوند کریم نے توفیق کا دار و مدار انسان کی نیت پر رکھا ہے اسی لئے روایتوں میں ملتا ہے "وَاللَّهُ تَوْهِيْقُ عَلَى قَدْرِ النِّيَّةِ" ۲

الظَّاعَةُ - یعنی برغبت اور رنجان کسی پیشی کی طرف مائل ہونا۔ عام اصطلاح میں، فرمابرداری اور تسلیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس دعائیں اطاعت سے مراد، پروردگار عالم کی اطاعت و فرمابرداری اور اس کے اوامر کی پیروی ہے خدا کی فرمابرداری دنیا و آخرت میں نہ کی کامیابی کا سبب ہے اس اطاعت سے مشکلات حل ہوتی ہیں، فساد کی اصلاح ہوتی ہے، بعض الہی دور ہوتا ہے، مومن کیلئے باعث عزت و برکت ہے اور لوگوں کے شر سے محفوظ رہنے کا طریقہ ہے یہی نہیں بلکہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ نوت کی حقیقت کو تسلیم کرنے کے اٹھا کا بین ذریعہ۔ اور واجبات کی ادائیگی کیلئے تجدید عہد ہے لیکن دنیا کا عجب بہگ نظر آتا ہے۔ لوگ واجبات سے اس طرح فرار ہوتے ہوئے دھنالی ہوتے ہیں جیسے کسی بھوکے شیر کے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے شکوہ کیا ہے! "دَعَا لِهِمْ

اس دعا کی ابتداء آللَّهُمَّ ارْزُقْنَا تَوْهِيْقَ الظَّاعَةَ ہوتی ہے جسے ثقہ المحدثین شیخ عباس قمی (رحمہ) نے اپنی معروف کتاب "مفایع الحنان" میں عالم ربانی و معارف نوانی شیخ کفعی کی مصباح المتبعی سے نقل کیا ہے اختصار کو مذکور رکھتے ہوئے اس بغير دعا کی سند کا ذکر کئے تشریح کی طرف قدم پڑھتے ہیں۔ یاد رہے کہ اس دعا کو ہر نماز کے بعد پا جب بھی موقع ملے پڑھنا چاہئے۔ (مفایع الحنان میں یہ دعا مناجات خمس عشروں سے قبل پالی جاسکتی ہے)

۱) آللَّهُمَّ ارْزُقْنَا تَوْهِيْقَ الظَّاعَةَ: دعا کی ابتداء لفظ آللَّهُمَّ سے ہوتی ہے جس کے معنی ہوتے ہیں "اے خدا" دراصل یہ لفظ "بِاللَّهِ" تھا لیکن عربی کے قانون کے مطابق بعض اوقات منادی کے پہلے لے گئے ہوئے "بِا" کو گرا کر آخر میں ایک سیم مشدر لگا دیا جاتا ہے۔ مگر یہ قانون صرف لفظ "اللَّهُ" پر صادق آتا ہے۔ اس کے بعد لفظ آتا ہے "ارْزُقْنَا" یعنی ہمیں رزق عطا فرم۔ لفظ رزق عام اصطلاح میں غذا اور کھانے پینے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن رزق کا اطلاق ذیبوی یا اخروی عطا دامنی پر بھی ہوتا ہے۔ دوسرا لفظوں میں پوچھ کا عالم کی کسی بھی عطا باری ایضاً کو رزق کہتے ہیں چاہے وہ توفیق عمل ہو یا غذا ہو یا علم ہو یا وسعت و قوت ہو۔ رزاقیت خداوند متعال کی صفت ہے یعنی ہر ایک مخلوق کا رزق صرف اللہ تبارک تعالیٰ ہے لہذا فرماتا ہے اِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّازِقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمُتَّبِينَ (ذاریات: ۵۸) اس آیت میں هُوَ کا رزق پر مقام ہونا دلیل تاکید ہے یعنی صرف اور صرف اللہ کے ماتھوں میں رزق ہے چنانچہ دیگر ادعیہ دنajahات کی طرح، بارگاہِ خالق کا نات میں اس دعا کی بھی، ابتداء بجز و انکساری سے ہوتی ہے۔ استدعا کی جاتی ہے کہ تو ہی رزق عطا کر سکتا ہے اور بخوبی سے ہم رزق طلب کرنے میں اقبال توجہ بات ہے کہ قرآن بکم میں دوسروں پر بھی رزق کی ذمہ داری مٹھرالی گئی ہے اور دوسروں کو

لَهُ رَبِّهِمْ فَنَفِرُوا وَلَتُوَافَّهُمُ الشَّيْطَانُ
فَاسْتَجَابُوا وَأَقْبَلُوا (الْبَلَاغَةُ خَطْبَةٌ ۱۶۴) ترجمہ
جب ان کا پروردگار انہیں دعوت دیتا ہے، وہ فرار اختیار کرتے ہیں
اور پلٹ جاتے ہیں مگر جب شیطان انہیں بہرکاتا ہے وہ فوراً ایک
کہنے ہیں اور اسکی دعوت قبول کرتے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ جو کچھ نعمتیں
ہیں وہ بغیر اطاعت کے حاصل نہیں کی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ اطاعت بھی یقین
تمام امور پر فضیلت رکھتی ہے۔

(۲) **وَبَعْدَ الْمَعْصِيَةِ :** اور معصیہ و نافرمان سے
دوری عطا فرمًا۔ یہاں حرف واو عطف ہے جملہ سابق کا الفاظ
معصیہ عصی سے بنایے یعنی نافرمانی اور یہ اطاعت کی ضد ہے وہ سے
لفظوں میں "الْمُرْوِجُ مِنَ الطَّاعَةِ" یعنی ہوں سے دوری واقع انداز
کی نعمت ہے۔ نافرمانی خذلان کا سبب نعمتی ہے خذلان یعنی خدا پر
بندے کو اسکے حال پچھوڑ دیتا ہے اور اسے توفیقات سے محروم کر دیتا
ہے۔ اور خذلان کا نتیجہ کچھ نہیں سوائے جہالت میں اضافے کے جب
النسان کوئی لگناہ انجام دیتا ہے، وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے
 بلکہ رسول اکرم (صل) اور انکے اہلیت اطہار (رع) سے اپنی دشمنی کا اعلان
کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت علی (رع) فرماتے ہیں "بَشِّيكَ مُحَمَّدَ (صل) كَادَ وَ
أَوْرَجَ بَنَةَ الْأَوَّلِ" یعنی جو خداوند عالم کی اطاعت کرے اگرچہ اسکا آپ
سے کوئی خون کا رشتہ نہ ہو اور آپ کا دشن وہ ہے جس نے رب العالمین
کی نافرمانی کی چاہے وہ آپ کا لکناہی قریب رشتہ دار کیوں نہ ہو۔

(الْبَلَاغَةُ حَكْمٌ ۹۶)

تجب ہے بنی آدم پر ! اب جب یہ دنیا سے شقاوت، فنا اور بلا رکنیت
کی طرف دعوت دے رہی، وہ تبریزی کے ساتھ دوڑا چلا جاتا ہے۔

(۳) **وَصِدَّقَ النِّسْكَةُ :** اور سچی اور مخلص نیت کی توفیق عنان
فرما۔ نیت "نوی" سے مشتق ہوا ہے یعنی ارادہ یا قصد کرنا۔ نیت عمل
کی اساس و نیاد سے اور اعمال نیت کے پہل ہوتے ہیں۔ اگر نیت
قوی ہو، بدن کا ضعفت نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے حدیث میں ملتا
ہے کہ "نیت المؤمن خیر من عمل" مون کا عمل
اسکی نیت سے بہتر ہوتا ہے اور کافر کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہوتی ہے
یہاں امام عصر (رع) دعا کر رہے ہیں کہ پروردگار ہماری نیتوں کو پاک و پاکیزو
فرما۔ یعنی ہر طرح کی ریا کاری، بنادوٹ، تصنیع، عزوف، کفر، وغیرہ کو ہماری
نیت سے بر طرف فرم۔ اگر نیت پاک ہوگی، اعمال قبول ہوئے ورنہ
انسان چاہے جتنے اعمال انجام دے، قبولیت کی کوئی ضمانت نہیں،
حضرت علی (رع) فرماتے ہیں "وَمَنْ حَسِنَتْ نِيَّتَهُ زَادَ

(۵) **وَأَكْرَمَنَا بِالْهُدَىٰ وَالْإِسْتِقَامَةِ :** اور یہ

ہدایت اور استقامت کے ذریعے کرم فرم۔ بہترین ہدایت اللہ کی ہے
ہے۔ اور اس شعبہ کا ذمہ اللہ نے کسی کو نہیں دیا ہے یعنی کہ خود رسول اکرم (صل)
سے ارشاد ہو رہا ہے۔ "اے بنی تم جس کی چاہو ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ
جس کی چاہتا ہدایت کرتا ہے" (قصص: ۵۷) جب ہدایت کا دینے والا
اللہ ہے اور پانے والا اس کا بندہ ہے تو اس سوال بہ پیدا ہوتا ہے کہ نہ ہے
کس طرح حاصل کرے؟ دوسرے الفاظ میں، ہدایت الہی یعنی اللہ تعالیٰ کے
کی دین کا مستحق کون ہے اور وہ کون لوگ ہیں جو محروم ہدایت رہ جلتے ہیں؟
اس ضمن میں آیات و روایات کی روشنی میں پچھے اعمال کا ذکر مناسب ہوگا
جن کے ذریعے انسان اپنے کو ہدایت کے لائق بنا سکتا ہے، مثلاً (۱) خدا پر
ایمان (۲) تقوی (۳) توبہ اور اتائیت (۴) (۷) گناہوں سے دوری (۵)
اللہ کی راہ میں جد و جہد کرنا (۶)، اللہ کی ہدایت (احکام) کی پیروی کرنا (۷)
دین کا ولول دل میں پایا جانا (۸) صبر (۹) یقین (۱۰) خلوص نیت
(۱۱) مشورہ کرنا (۱۲) ذکر اللہ (۱۳) علم حاصل کرنا (۱۴) الکرم (۱۵)
کی پیروی۔

اب آبیستے دیکھیں وہ کون کون سی پیزیں ہیں جن کی بنا پر انسان ہبات
سے محروم کر دیا جانا ہے۔

(۱۱) ظالم۔ چاہے دوسروں پر یا اپنے نفس پر جو گناہوں کے ذریعے انجام
پذیر ہوتا ہے۔

کفر

(۱۲) فسق و فجور۔ بے شرمی کے ساتھ گناہ کا انجام دینا

(۱۳) اسراف یا فضول خرچ

(۱۴) کذب

(۱۵) خواہشات کی پیروی

(۱۶) بغیر قابلِ معصوم کے قدم بڑھانے والا

(۱۷) شک کرنے والا ...

استقامت سے مراد سیدھے راستے پر چلنا اور جس راستے کو صراط
حق سے تشبیہ دی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے "إِهْدِنَا الصَّرَاطَ
الْمُسْتَقِيمَ" اور فناستقیم کما امرت
(ہود: ۱۱۲) یعنی جس طرح تمیس حکم دیا گیا اس طرح استقامت کام لو۔
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا اور ان سے نفرت کرنا ہے جنہیں
استقامت نہیں پالی جاتی ہے۔ استقامت مون کی علامت ہے نعمان
عالم نے قرآن کریم میں ان لوگوں کو بشارة دی ہے جو راہ خدا میں استقامت
کام لیتے ہیں۔ اس سے سامنہ کوئی مسلک ہے اور نہ ہی اس سے زیادہ
اشراف کوئی سبیل۔ لہذا جو اپنے دین، دنیا اور آخرت کی سلامتی چاہتا
ہے، اسے چاہئے کہ وہ استقامت سے کام لے اور اپنے معبوڈ حقیقی سے
اسکی استدعا کرے۔ کیونکہ حضرت علی (ع) فرماتے ہیں "جس میں استقامت
پالی جاتی ہوئے اسکے حصول پر سجدہ تاکہ کہ افسوس اس بات کا ہے لانگی تاکہ یہ بود
آج ہماری قوم میں اس قدر جہالت اور گمراہیوں کی تیز آندھیاں چل رہی ہیں جس
کے گرد وغیرہ میں انسانوں کے علم و عرفان و ایمان کی تدریوں کی وصیباں اڑ رہی ہیں اور جس کو دیکھ کر یقیناً ہمارے امام زمانہ (ع) کو افسوس و رنج
ہونا ہوگا۔ ہمارا افرض یہ ہے کہ نہ صرف ہم خود علم حاصل کریں، بلکہ دوسروں
کو بھی تعلیم دیں۔ معرفت کے سلسلے میں یہاں یہ تباریں ضروری ہے کہ ہماری
ذمہ داری یہ ہے کہ خدا اور رسول کے بنائے ہوئے حکم یعنی واجبات اور
ستحبات پر عمل کریں اور گریز کریں ان پیزوں سے جس سے ہمیں روکا اور
منع کیا گیا ہے۔ یعنی حرام اور مکروہات اور پھر دست بدعا ہو کر کہیں رہ
"پروردگار اپنی معرفت عطا فرمائیں کونکا اگر تو نے اپنی معرفت عطا نہیں
فرمائی ہم تبری جو یعنی امام عصر کو نہیں پہچان سکیں گے اور اگر ایسا
ہو تو یقیناً اپنے دین سے مخرف ہو جائیں گے۔"

(۱۸) وَسَتِّ الدَّالِسِنَيَّاتِ الصَّوَابُ وَالْحَكْمَةُ: اور
ہماری زبان کو صحیح بالوں اور عاقلانہ گفتار کی طرف ہدایت فرمائیں۔
یعنی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرنا۔ السنۃ سان کی جمع ہے جس
کا مطلب ہے زبان۔ صواب سے مراد حق اور درست بانیں۔ اور
حکمت سے مراد عاقلہ نہ فکر و گفتار۔

انسان کی زبان اسکی شخصیت کا اہم رکن ہے۔ امیر المؤمنین (ع) فرمایا
ہے: الْإِلْسَانُ مَيْزَانُ الْمُنْسَكَانِ (غیر الحکم) زبان ہی انسان

(۸) وَطَهِرْ بُطْوَنَتَاهِنَ الْحَرَامُ وَالشَّبْدَةُ :

پاک دیا کیزہ فرمائے شکم کو حرام و مسٹہ غذاوں سے۔ کوئی بھی غذا بھوپارے جسم میں داخل ہو رہی ہے، وہ حرام دو اساب کی بنا پر ہوتی ہے۔ ایک توبہ وہ حرام پیسے سے حاصل کی گئی ہے لیکن آمدن کا ذریعہ حرام ہو یا امدلی پر شخص ادا نہ کیا گیا ہو تو اسکے کھانا خود بھی ہو یا کسی بخشن خصوص سے حاصل کی گئی ہو۔ مثلاً کسی کافر کے باختہ سے اس غذا کا حاصل کرنا جس میں اس کا پسیتہ یا طوبت شامل ہو۔ یہ دونوں چیزوں شرعاً حرام اور ناجائز ہیں اور جب یہ انسان کے پیٹ میں داخل ہو جاتی ہے اس میں خدا کے خلاف بغاوت کا جذبہ پیدا کرتی ہے اسی لئے روایتوں میں کہا گیا ہے کہ ایک حرام لقمہ سے پر سینر کرنا کویا دینہ راست نہ اڑوں سے بہتر ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ حرام غذا کھانے سے، ہماری آنے والی نسلوں پر بہت بداثر ٹپتا ہے اور جتنا انھی رگوں میں حرام خون رووال دواں ہوگا، اتنا ہی وہ خدا سے دری اخیرت کی بھی۔ بالخصوص ہمارے ملک میں اکثر مولیین اس سلسلے میں جواز پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور عذر پیش کرتے ہیں کہ یہاں تو ناممکن ہے کہ کوئی ادمی پر سینر کسکے؟! لیکن ایسا ہیں ہے جب داکٹر کسی گوشت خود کو تجویز کرتا ہے کہاں آپ کی جان جاسکتی ہے اب آپ گوشت دکھائیں ورنہ آپ کی جان جاسکتی ہے اب آپ کی جان جاسکتی ہے۔

جس شخص کا باختہ ظالم یا بھری کیلئے بڑھی کا وہ قیامت کیا جائے بہت پیمانہ ہو گا۔ خداوند عالم اپنی کتاب پاک میں فرماتا ہے: وَيَوْمَ يَعْضُدُ
الظَّالِمُونَ عَلَىٰ يَوْمَ يَقُولُ يَا أَيُّنَّتِي اتَّخَذْتَ
هَمَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا (فرقان: ۲۷) اور (قیامت کے) روز ظالم اپنے باختہ کو کاٹ کر چبائے گا اور کہے گا، کاش میں رسول کے بتائے راستے پہلپتا۔

(۹) وَاغْضُضُنْ أَبْصَارَ مَا عَنِ الْفُجُورِ وَالْمِيَانَةِ

او جھکانے ہماری آنکھوں کو، گناہوں اور زیبات کے منظر سے "دعای قبرۃ سورہ نور کی اس آیت کی تائید کر رہا ہے کہ جس میں یہ حکم ہوتا کہ مونوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی کر لیں اور مومنات سے مجھی یہ کہہ دو کہ وہ بھائی اپنی آنکھیں نیچی کر لیں۔ "قرآن کریم کے موجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ کس طرح خدا کی کتاب نے انسان کی نفسیات اور اسکی عین قدرت کی عکاسی کرتے ہوئے اس طرز جیات کی تعلیم دی ہے جس سے نفس انسانی اس کے قابوں میں رہتا ہے اور روحانیت و معنویت میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے دنیا کے کسی بھی مکتب فکر باد الشور نے اس طرح کی بائیں زیان کی میں اور نہ کر سکتا ہے اسکی یہ ایک مثال ہے کہ اسلام میں نامحر پر نظرِ النازم ہے۔ یہی آنکھوں کی بدکاری اور زیبات ہے۔ اور قیامت کے روز ساری آنکھیں گری کریں گی سو اسے ان آنکھوں کے جنہوں نے حرام پر نظر پڑتے ہی اپنی آنکھیں جھکا کاں ہیں۔ جو آنکھیں نامحر کو دیکھنے کی خادی میں، جنم میں ان آنکھوں میں آگ کی سلاخیں ڈالی جائے گی۔ حرام پر نظر کرنا ماندہ اس نہ کر کے ہے جس سے ایمان کو مسموم کر دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے اس کے برعکس جو خوفِ خدا کی بنا اس نہ کرے گا۔ وہ اپنے دل میں ایک حلاوت اور اسماں خوشی محسوس کرے گا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اس کھلی ہوئی حقیقت پر غور فکر کرتا چاہے کہ جو حرام کے دیکھنے پر اصرار کرتا رہا ہے وہ زمانہ نیابت میں امام عصر کے چہرہ پر نور پر چیونکر نظر ڈال سکتا ہے۔

(۱۰) وَأَشَدُّ أَسْمَاءَ حَنَاحِنَ اللَّغُو وَالْغَيْبةَ

اور مدد دفر ہماری سماعت کو بیہودہ بالوں سے اور غیبت سے، اسما جمع ہے "سع" کی جس کے معنی میں کالوں کے لغویں بی فائدہ اور بیہودہ نہ

جب انسان بدن فانی کیلئے پر سینر کر سکتا ہے لیکن ایادِ حیاتِ ابدی اور رہنے والی آنی قربانی نہیں دے سکتا۔ یاد رہے کہ حرام غذا کھانے والے کی سمازوں اور دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں اور ہمارے امام زمانہ (ع) کی نار افسکی کا سبب غتنی ہیں۔

(۱۱) وَأَكْفُفْتُ أَيْدِيَنَا عَنِ الظُّلْمِ وَالسَّرْقةِ

اور نگہداری فرمائے باقتوں کے ظلم اور سرقت (بھروسی) سے، ظلم و جور کنناہ کبیر ہے۔ جو لوگ دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انکو ہدایت کرتا ہے، زنان کو دوست رکھتا ہے، زنان کو ایسا بی عطا کرتا ہے بلکہ ان کے لئے سوائے گمراہی اور ضلالت کے اور کچھ نہیں۔ ظلم سارے گناہوں کی بڑھتے پروردگار حاکم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ أَهْلَكَتِ الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا (سورہ یوںش: ۱۳) (ترجمہ) اور بیشک تم سے پہلے ہم نے قوموں کو بلکہ یہاں کے ظلم کی بنابری ظلم میں طرح کے ہوتے ہیں: سب سے پہلے شرک یعنی کسی شے کو اللہ کا شریک قرار دینا جسے قرآن کریم نے ظلم عظیم کہا ہے جس کا اسکی ذات سے تعلق ہو۔ دوسرے اپنے آپ پر ظلم کرنا یعنی اگر ہوں کا انعام دینا اور تیسرا دوسروں پر ظلم و استبداد کرنا یعنی عیرون کا حق غصب کرتا۔ ظلم کی ایک اور قسم بھی ہوتی ہے جسکو ایمان میں ظلم کہا جاتا ہے اور وہ ہے دین کے کسی رکن یا اصل میں نیک کرنا (رجوع

کلام۔ اس لئے پرندوں کی آوازوں کو لفڑا طاہر کہتے ہیں۔ لہذا قرآن مجید کا ارشاد ”وَالذِّيْنَ هُمْ عَنِ الْلُّغَوْمِ عَنِضْنُونَ“ (مومنوں: ۳۴) مومنین وہ ہیں جو فضول بالتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ ہر

وہ کلام جس میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وارہبیت علیہم السلام کا ذکر نہ ہو، وہ لفڑا فضول ہے۔ موسیقی اور غنائی بھی لفڑے جس کا سننا حرام ہے۔ جو انسان بے فائدہ بالتوں کو ترک کرتا ہے، اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے غیبت یعنی کسی مومن کے عیب، نقص یا گناہ کو اسکی عدم موجودگی میں بیان کرنا۔ جو بتایں پیان کی جاہی میں اگر اس میں پائی جائیں، وہ ”غیبت“ ہے اور اگر نہ پائی جائیں، تو وہ بہتان اور تہمت ہے۔ خداوند عالم نے مومنین کو ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے منع کیا ہے یہ کہتے ہوئے ”وَلَا يَعْتَبِ بِعَصْكَهُ بَعْضَكَهُ بَعْضاً“ آیہ حب احمد حکم آن پیاسا کل لحتم اخیہ

همیستاً (محاجۃ: ۱۲) تم میں سے کسی کو بھی ایک دوسرے کی غیبت نہیں کرنا چاہئے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی یہ پسند کریگا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ غیبت کرتا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مانند ہے۔ لیکن صرف غیبت کرتا ہی حرام نہیں بلکہ اس کا سننا بھی حرام اور ناجائز ہے۔ اگر ہمیں اختیار ہو تو ہمیں فوراً غیبت کرنے والے کو روک دیتا چاہئے کہ یہ غیبت ہے جو اللہ کو پسند نہیں اور حرام ہے

(۱۲) وَتَفَضَّلْ عَلَى عَلَمَاتِنَا بِالزَّهْدِ وَالنَّصِيْحَةِ ”اور ہبہ ربانی فرمادیا رے علماء اور دانشوروں پر کہ انہیں زبرد احتیاط کرنے کی توفیق اور سنجیدگی کے ساتھ حسن عمل (فضیلت) اور نصیحت کرنے کی بہت حاصل ہو۔ اگر سارے علماء امت واقعاً ہمت اور محنت کے ساتھ اپنے فرائض ایquam دیں، یقیناً قوم کے اکثر مسائل رفع ہو جائیں گے۔ یہاں امام عصر (ع)، اپنی امت کے علماء کیلئے دعا کو ہمیں کرنا یا فضل دہب ربانی فرمادیا رے علماء پر۔ یہ حقیقت پو شیدہ نہیں ہے کہ اگر قوم کا پڑھانا کھانا اور دانشوار طبقہ شدت کے ساتھ تبلیغ نہ کرے اور عوام کے درمیان مسلسل امر بالمعروف اور نہیں عن المنکر انجام نہ دے تو وہ لپٹ فرض میں کوتاہی کرنا ہے جس کا نتیجہ قوم میں فساد اور کے علاوہ کچھ اور نہیں۔

(۱۳) وَعَلَى الْمُتَعَلِّمِينَ بِالْجِهَدِ وَالرَّغْبَةِ ”اور طالبان علم کو (توفیق دے) کروہ علم حاصل کرنے میں جدوجہد کریں اور شوق سے علم حاصل کریں۔ یہ بات بخوبی ذہن لشین رہے کہ علم حاصل کرنے کا مقصد صرف خدا کی خوشنودی ہونا چاہئے۔ سیمیر کرم رضی نے فرمایا ”جو چار مقاصد کیلئے علم طلب کرے، وہ مستحق جہنم ہو گا صرف علماء سے بحث و مناظرہ کرنے کے لئے یا اسفہا اور احقوقیوں سے فضول

بحث، جدال، اور امراء کیلئے۔ یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے اور یا امراء اور رئیسوں سے مال و دولت حاصل کرنے کیلئے۔“ (بخاری جلد ۱۰: ۱۲) وَعَلَى الْمُسْتَمِعِينَ بِالْأَتَابَعِ وَالْمُوْعَظَةِ اور سامعین پر کرم فرمادکہ ذہن (قول حنفی کی) پیروی و اتباع کریں اور موعظہ و نصیحت کو سماعت فرمائیں۔ اتباع یعنی پیروی اور اطاعت۔ اتباع اور اطاعت خدا کی ہونا چاہئے ”فَمَنْ تَبَعَ هَدَى إِلَيْهِ فَلَأَنْجُونَ“ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْرُثُونَ (الفرقہ: ۳۸) اپنے جس تے میری اتباع اور اطاعت کی، نہ اس پر خوف واقع ہوگا اور نہ ہی وہ غمیں ہوگا۔ اتباع ذکر اور خوف خدا ساتھ ساتھ ہیں موعظہ، وعظ سے مشتق کیا گیا ہے۔ موعظہ حیات القلوب ہے جس سے غفلت دور ہوتی ہے بہترین نصیحت کنندہ اللہ کی کتاب ہے لہذا ہمیں چاہئے کہ اکثر اس کی طرف بوجوہ کریں اور موعظہ حاصل کریں۔

(۱۵) وَعَلَى مَرْضَى الْمُسْتَلِمِينَ بِالشَّفَاءِ وَالرَّافِعَةِ اور جو مسلمان مریض ہیں، انہیں شفار اور راحت عطا کر کے مہربان فرماد (۱۶) وَعَلَى مَوْتَاهِمَ بِالرَّافِعَةِ وَالرَّحْمَةِ اور ان کے (مسلمانوں کی) اموات پر اپنی رحمت و مغفرت نازل کر کے مہربان فرماد۔ مندرجہ بالا دو جملوں میں امام عصر (ع) مسلمانوں کے سیاروں کی شفار اور اموات پر رحمت کیلئے بارگاہ الہی میں ملتکس ہیں۔ ان جملوں سے ہمیں یہ سبق لینا چاہئے کہ ہمیں اپنے مرضیوں اور مرحومین کو فراموش نہیں کرنا چاہئے ہمیں چاہئے کہ مرضیوں کی عیادت کریں ان کی شفار اور صحبتیاں کیلئے دعا کریں اور اموات اور مرحومین کیلئے تلاوت قرآن مجید کریں، قبرستان جا کر ان کیلئے مرحمت کی الم tatsäch کریں۔

(۱۷) وَعَلَى مُشَائِخِنَا بِالْوَقَارِ وَالسَّكِينَةِ اور سماں سے بزرگوں پر فقار اور سکون عطا کر کے مہربان فرماد۔ مشائخ جمع ۶۷ شیخ کی یعنی بزرگ یا پیر مرد۔ قوم کی فلاخ و ہبہودی میں بزرگوں کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ جو الوں کی بقا جو جوش و جبنوں کو اگام دینے کیلئے بزرگوں کی حکمت اور ان کا تجیرہ درکار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تاکید ہے کہ بزرگوں کو وہ جو الوں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے اور اس بات کو ماحوظ خاطر رکھیں کہ ان کا دفتر، بزرگی اور ان کی شخصیت کا اوزن باقی ہے۔ اور وہ مشکلات و ہزارہمیں اپنا وقار نہ کھو بیٹھیں۔ قوم میں بزرگ کی مثال اس ناخدا کی ہے جو طوفانی سمندر میں اپنے ہوش و حواس کے ذریعے کشتی کو فاگوں رکھتا ہے اور ساحل تک اس کی راہ نہیں کرتا ہے۔

(۱۸) وَعَلَى الشَّابَابِ بِالْأَنَابَةِ وَالرَّوْبَةِ اور جو الوں کو تبری طرف پہنچنے کی اور تو یہ کی توفیق عنایت فرماد۔ جوانی

ایپنے ان بھائیوں کی مدد و نصرت فرمائیں جن کو اس نعمت سے محروم رکھا دیا گیا ہے۔ وَ أَحْسِنْ كَمَّا أَحْسَنَ اللَّهُ الْيَكَ اور لوگوں پر اس طرح احسان کرو جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے۔ کبھی بھی بھاری بھاریے ذہن میں یہ خیال نہ آنے پائے کہ یہ دولت ہماری عقل اور ہماری مختتوں کا نتیجہ ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ قولِ عصوم ہے کہ اللہ احمد کو اس لئے دولت دیتا ہے تاکہ عاقل کیلئے یہ واضح ہو جائے کہ رزاق اللہ ہے، عقل نہیں۔

(۲۱) وَ عَلَى الْفُقَرَاءِ بِالصَّبْرِ وَالقِناعَةِ : جہاں امام عصر اور دولت مندوں کو خضوع و تواضع کی تلقین کرتے ہیں وہیں آپ (۴۴) فقراء کو صبر اور قناعت کا تذکرہ دے رہے ہیں دولتمد کیلئے اسکی دولت اس کا امتحان ہے اور فقیر کیلئے اسکی محرومی سبب آزمائش ہے۔ انسان کو کبھی بھی اپنی فقیری اور غربت کی شکایت نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے چاہئے کہ وہ رزق حاصل کرنے کیلئے محنت اور مشقت کرے اور ہر حال میں اللہ کا شکر کا داکرے۔ قناعت خود ایک بیش قیمت دولت ہے۔ قناعت شکر اور شکایت کفر ہے۔ امیر المؤمنین (ع) علیؑ فرماتے ہیں: الْقَاتِنُونَ عَنْ هُنَّ وَأَنْ سَجَاجَ وَعَرَى (غزر) قناع انسان غنی اور دولت مند ہے چاہے وہ بھجو کا اور عراں ہی کیوں نہ تو قناعت عزت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے قبیل اعمال بھی قبول کرتا ہے۔ اور یاد رہے، جو قبیل پر قناعت نہیں کرتا ہے، وہ کثیر پر پھی بکھی قانع نہیں ہوگا۔

(۲۲) وَ عَلَى الْفُرَّادِ بِالنَّصْرِ وَالْفُلَيْةِ : اور سپاہیوں کو نصرت اور فتح عطا فرمایا۔ جہاں امام عصر علیہ السلام ان فوجیوں کیلئے دعا کو ہیں جو خدا اور اس کے دین کی راہ میں دن کے آرام اور راتوں کی نیتند کھو بیٹھے ہیں۔

(۲۳) وَ عَلَى الْمُسْرَاءِ بِالْخَلَاصِ وَالرَّاحَةِ : اور قیدیوں اور اسیروں کو آزادی اور راحت عطا فرمایا۔ یقیناً جس امام کے آبار و اجداد نے اپنی نندگی کا ایک طویل حصہ ظالم و جابر حکام کے نہال میں کاٹا ہے، اسے اسیروں کی لاچارگی کا شدت سے احساس ہونا ہوگا۔

(۲۴) وَ عَلَى الْمُمَرَاءِ بِالْعَدْلِ وَالشَّفَقَةِ : اور امراء اور حکام کو توفیق دے کر وہ عدل و شفقت سے کام لیں۔

(۲۵) وَ عَلَى الرَّعِيَّةِ بِالْإِنْصَافِ وَحُسْنِ السَّيَّرَةِ : اور رعیہ پر عنايت فرمائک وہ انصاف اور سُن سیرت سے کام لے۔ اگر ہر باشندہ ان نصیحتوں پر عمل کرے، تو یقیناً دنیا میں ہر چیز میں امن و امان پایا جائیگا۔

دیوانی کا ایک جزو ہے۔ جو انوں کو چاہئے کہ قوت جوانی کو خدا کی اعطات میں صرف کریں کیونکہ قوت یہ جوش، یہ ولول و قتی ہے۔ رفتہ رفتہ عرگذر لئی جائے گی اور یہ توانائی تاوانی میں تبدیل ہو جائے گی۔ یہ قوت ضعف میں بدل جائے گی۔ یہ ولول، سستی اور کوتاہی میں یغیر ہوگا۔ ہمیں پاسے کہ اس گمراں قدر نعمت کو بہترین انداز میں استعمال کریں۔ امام باقی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر میں نے کسی جوان کو دیکھا کہ وہ علم دین حاصل نہیں کر رہا ہے میں اسے ضرب لگا دیں گا۔ یقیناً امام زمانہ اعظم، طہور کے بعد، ہر اس شیعہ جوان کو ستر دیں گے جو عالم دین سے بے خبر ہے۔ اسے جوانان شیعہ اگر اب تک عرگنا ہوں میں کٹی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

نوپکر و پیشو اس کی طرف۔ تاکہ خود کو زندگی کی حقیقی حلاقوں سے اشتباہ کر سکو۔

(۲۶) وَ عَلَى النِّسَاءِ بِالْحَيَاةِ وَالْعِفَافَةِ : « اور ہماری مستور اسات کو جیا رہا اور عرفت کی توفیق عنایت فرمایا۔ آج کے دور میں، جب امام زمانہ رع، شیعہ خواتین کو بے پیدا اور یہ جا ب دیکھتے ہو گے، یقیناً گریہ کرتے ہوں گے اور یہ تڑپ کر دعا کرتے ہوں گے «غدیری انبیاء جیا عطا فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ جس عورت کا ایک بال اگر کسی محروم کو دکھ جائے اس عورت کو اسی بال سے جہنم میں لے کھایا جائے گا (اگر یہے جو بے عمد ہو) افسوس اس بات کا ہے کہ مغربی تمدن کی انہی تقلید میں کچھ لگ ک نصف خدا کی نافرمانی کرتے ہیں بلکہ اس کی توجیہ و تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں کہیں بھی پردہ ذکر نہیں ہے۔ لمحہ ہے پردہ کی بحث ایک مستقل اور طولانی بحث ہے جسکی بیہاں پر کنجائش نہیں ایک بات یقینی ہے کہ قرآن اور احادیث اہل بیت نے صریحًا اسکی تاکید کی ہے۔ اگر کسی کو اسکی تفصیلی بحث دریافت کرنا ہے، وہ ہمارے ادارہ سے رابطہ قائم کریں لیکن اللہ، لَا تَقْعُدْ مَالِيْسَ بَلَكَ بِهِ عِلْمُ (قرآن) جس سیہرا کا علم نہ ہواں پر اپنی رائے نہ پیش کرو۔ جیسا ریمان اور شرافت کی دلیل ہے۔ عرفت بہترین عبادت ہے۔ امیر المؤمنین علیؑ فرماتے ہیں « زَكْوَةُ الْجَمَالِ الْعِفَافُ » (غزر) جمال اور خوبصورتی کی زکوٰۃ جیسا رہ عرفت ہے۔

(۲۷) وَ عَلَى الْأَعْنَيَاءِ بِالْتَّوَاضِعِ وَالسَّعَةِ : اور صاحب ثروت و دولت کو توفیق عطا فرمایہ کہ وہ تواضع اور سماوات سے کام لیں۔ اغیناً یعنی صاحبان دولت۔ تواضع ضد ہے تکبر کی اور سعة یعنی وسعت جو داد سخا۔ دولت سہیں عزوف نہ پیدا کرنے پائے۔ دولت اللہ نعمت ہے وہ جب چاہے سلب کر سکتا ہے۔ تازیخ میں قارون اور فرعون کی مثالیں متعدد ہیں۔ جب اللہ نے دولت عطا کی ہے، تو اس کے ذریعے

امام زمانہ علیہ السلام سے توسل کیوں؟

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کس لئے ہمیں امامؑ سے توسل کرتا چاہئے تو اس کے چند اسباب ہیں۔

۱- حکم قرآن وحادیث: قرآن میں ارشاد ہوتا ہے، ”بِيَايَهَا الَّذِينَ آمَنُوا الصَّبْرُ وَأَصَابِرُوا قَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“ یعنی اسے ایمان والوں (دین کی تکلیفوں میں) صبر کرو اور دوسروں کو برداشت کی تعلیم دو رابطہ قائم کرو اور اللہ سے ڈر فٹا کر تم فلاج پاؤ (آل عمران آیت ۲۰۰) اس آیت کی تفسیر میں امام صادق فرماتے ہیں کہ ”... وَرَابِطُوا إِمَامَكُمْ“ یعنی اپنے امام سے رابطہ قائم کرو (نو راثقین ج اص ۲۲۶) اس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر زمانے کے لوگوں کو اپنے امام وقت میں سے ایک خاص انتظام رکھنا چاہئے اگر لفظ ”رَابِطُوا“ کو عربی صرف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ پڑھے گا کہ یہ ”باب مفاعة“ میں صیغہ امر ہے۔ باب مفاعة کے معنی ہوتے ہیں ایک کا دوسرا کے ساتھ رابطہ رکھنا اور باہمی طور پر کسی کام کو انجام دینا تو اس لحاظ سے ”رابطہ“ سے مراد یہ ہو گا کہ اگر ہم اپنے امام وقت میں سے رابطہ قائم کریں گے انشاء اللہ وہ بھی ہم سے رابطہ کھیں گے یعنی امامؑ کا فضل و کرم امامؑ کی نظر عنایت ہم پر اور زیادہ پڑھ جائیگی لہذا یہ ہم پر فرض ہے کہ امام صادقؑ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اپنے امام زمانؑ سے زیادہ سے زیادہ رابطہ قائم کریں تاکہ امامؑ کی خاص توجہ ہمارے شامل حال ہو۔

۲- منزلت امام زمانہ^{۱۴}: روایوں میں امامؑ کے لئے انتہا فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ ”امامؑ وہ دروازہ فضل خدا ہیں جس کے ذریعہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے (دعاء ندبہ)“ آیت اللہ کی رضا خوشبوذری کی طرف لے جانتے ہیں۔ آپؑ اللہ کی بارگاہ میں شفایت کی قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ آپؑ اللہ کا اسم ہیں جن کے ذریعہ اللہ نے لوگوں سے توسل کرنے کا فرمان صادر فرمایا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے وَلَلَهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا“ یعنی اللہ کیلئے اسی سے اسماء حسنی ہیں تو تم اسے انکے ذریعہ پکارو (سورہ اعراف آیت ۱۵۱) اس آیت کی تفسیر میں اہل بیتؑ سے روایت ہے کہ ”خدائی کی قسم اہم اسلامی حسنی میں بن کے بارے میں اللہ نے ایسے بندوں کو سمجھ دیا کہ اسے ان کے ذریعہ پکارو رکیوال المکام ج اص ۱۱، عربی) امام غوث یعنی فریدارس ہیں جیسا کہ زیارت میں وارد ہوا ہے۔ آپؑ امت کے محکم حصار ہیں۔ آپؑ مضطركے فریدارس ہیں آپؑ تنہوں سے فرار کرنے والوں کے لئے ملبار ہیں۔ آپؑ خوف زدہ کو سنجات چاہئے۔



توسل کے معنی ہیں کسی چیز سے نزدیک ہو کر اسکی سفارش اور اس کے ذریعہ مقصد حاصل کرنا وسیلہ اس چیز کو کہتے ہیں جو لوگ اُو اور رغبت سے دوسرے کا قرب حاصل کرنے کا باعث ہے۔ چنانچہ صاحب لفظ کہتے ہیں ”تَوَسَّلَ إِلَيْهِ بِوَسِيلَةٍ، إِذَا تَقْرَبَ إِلَيْهِ بِعَملٍ“ یعنی اس نے اسکی طرف وسیلہ کے ذریعہ توسل اختیار کیا جب وہ عمل کے ذریعہ اس کے قریب آیا۔ (السان العرب ج ۱۱ ص ۲۲۲)

توسل قرآن اور حدیث کی روشنی میں

قرآن میں اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے ”بِيَايَهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَتَقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ التَّوْسِيلَةَ“ یعنی اسے ایمان والوں اخلاص سے ڈرتے ہو اور اس کے (تقرب کے) وسیلہ کی صحیحیت میں رہو (سورہ مائدہ آیت ۳۵) اس آیات کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقرؑ کا قول ہے ”تَقْرَبُوا إِلَيْهِ بِمَا لَدُوكُمْ“ یعنی امامؑ کے ذریعہ سے اللہ کا قرب حاصل کرو (تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۴۱) حضرت فاطمۃ الزہرہ اسلام اللہ علیہا ایک خطبہ میں ارشاد فرماتا ہے ”وَاجْهُوا اللَّهَ الْأَكَدِی لِعَظَمَتِهِ وَنُورِهِ يَتَبَعَّنِی مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَيْهِ التَّوْسِيلَةُ وَمَنْ عَنْهُ وَسِيلَتُهُ عَلَى حَلْقِهِ“ (یعنی اللہ کی حمد و شکر و جسکی عظمت اور لذت نے واجب فرار دے دیا۔ اہل آسمانوں اور زمین پر کروہ اسکی قربت حاصل کرنے کی غرض سے وسیلہ اختیار کریں اور ہم (الہبیتؑ) اللہ کا وسیلہ میں اسکی علوفات پر (شرح نجح البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۲۱۱)

اس سے واضح ہو گیا کہ قرآن اور حدیث میں توسل کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اگر ہم ابدی سعادت کے حل سکار ہیں تو ہمیں اس پر عمل کرنا چاہئے۔

بیں (بخار الالفار ج ۲ ص ۱۸۶) اور یہ پھر ہمارے لئے قطعی ہے کہ دیوار کو
پہاڑ، پردہ وغیرہ یہ ساری چیزیں امامؐ اور مخلوق کے درمیان حائل نہیں ہیں۔
یہاں پر ایک روایت نقل کرنا غیر مناسب نہیں ہوگا جسے جناب سید ابن
طاوس علیہ الرحمۃ اپنی کتاب کشف المحتجه میں اس طرح نقل کیا ہے۔!
راوی کہتا ہے کہ میں نے امام ابو الحسنؑ کی خدمت میں ایک خط بھیجا جس میں
لکھا تھا کہ ایک شخص مائل ہے کہ وہ اپنی حاجات اور اسرار کو اپنے امامؐ
کے سامنے پیش کرے جو بھی وہ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کرنا چاہتا
ہے۔ امام عنہ جواب میں ارشاد فرمایا: ”اگر کوئی حاجت ہو تو فقط
اپنے بیوں کو جانتش دو۔ جواب تم تک پہنچ جائے گا۔ (مکیال المکام
ج ۲ ص ۲۴۳)

اسکے علاوہ اصول کافی میں حضرت امام رضاؑ سے ایک حدیث منقول
ہے جو امامؐ کی خصوصیات پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس طویل حدیث کے
پچھے جملہ اس طرح ہیں: ”الْأَمَامُ الْأَنْيُسُ الرَّفِيقُ وَالْوَالِدُ
الشَّفِيقُ وَالْأَخْ الشَّقِيقُ وَالْأُمُّ الْبَرَةُ يَا الْوَالِدُ
الصَّفِيقُ“ یعنی امام ایک مددگار ہے، ایک دوست ہے، ایک
شفقت بھارا پر، ایک چاہنے والا بھائی اور ایک ایسی مال ہے جو
اپنے پھوٹے سے پھوٹے سے بہت محبت کرتی ہے (اصول کافی ج ۲ ص ۲۰۰)
یعنی اس بات سے کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے امامؐ ہم کو کس قدر
عزیز اور دوست رکھتے ہیں۔ وہ تو یقیناً ہمیں ہمارے سے ماں باپ
سے بھی زیادہ چاہتے ہیں۔ یعنی تکلیف میں دیکھ کر امامؐ کو بھی تکلیف
ہوتی ہے اور جہاں والدی بات آئی تو یہ کہتا چلوں کہ ایک والد اپنے بچے
کی خاطر جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہے کا تو اسکی ایک حدیث میں ہوتی ہے جس کے آگے
اسکی استطاعت اس کا ساتھ پھوٹوڑیتی ہے۔ وہ اس سے زیادہ نہیں
کر سکتا اپنی مجبوریوں کی خاطر مثلاً کچھ وہ اپنے اڑکے کو دل و جہاں سے
مال امداد فراہم کرنا چاہتے تب بھی کچھ نہ ریا کچھ لا کھڑ روپیوں سے زیادہ
اسکی مدد نہیں کر سکتا ہے کیونکہ وہ اسے زیادہ کی استطاعت نہیں
لکھتا اور یہی مسئلہ دوسرے امور میں مدد کرنے کا ہے۔ لیکن امامؐ
کی قدرت اور توانائی پر ایک نظر کریں۔ امامؐ جو اس کہہ ارض پر اللہ
کی محبت ہیں۔ وہ جو اللہ کے بندوں پر اسکے خلیفہ ہیں وہ جو صاحب
الازمان ہیں، وہ جو ولایت مکونی کے حامل ہیں۔ کیا کوئی بھی شخص
بجز خدا کے امامؐ کی طاقت کا احاطہ کر سکتا ہے، ہرگز نہیں یہ ایک ناکن
عمل ہے۔ اصول کافی ج ۱ میں ایک مستقل باب ہے جس کا نام ہے ”الْأَدْرَضُ
كُلُّهَا لِلْأَمَامِ“ یعنی یہ زمین سب کی سب امامؐ کے لئے ہے۔
اس باب میں ایک حدیث موجود ہے جسیں امام صارقؑ اپنے ایک

(بخار الالفار ج ۲ ص ۱۸۶)

نیز دوسری حدیث میں اپنے فرماتے ہیں: ”إِنَّ أَنَّا غَيْرُهُمْ مُهْمَلُونَ
لِمَرَاعَاتِكُمْ وَلَا نَأْسِيْنَ لِذِكْرِكُمْ“ یعنی یقیناً ہم تھاری
حفاظت میں سبک دوشی سے کام نہیں لیتے اور نہیں ہم تھاری یاد کو بدلاتے

صحابی سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "آهٗا عَلِمْتَ أَنَّ الَّذِي نَيَا وَالْأُخْرَةَ لِلَّاهِمَّ لِيْنِ كِبَاتِمْ يَنْبَلِ جَانَتِكَ دُنْيَا وَأَخْرَتْ (دونوں ہی) امام کے لئے ہیں۔ (اصول کافی کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۲۸) تو جب ہمیں اندازہ ہوگیا کہ ہمارا شفیق امامؑ اتنی قدرت رکھتلے ہے تو چھر ہمیں اپنی تمام حاجتیں ان کے سامنے پیش کرنی چاہئے اور اس بات کا یقین ہمیں ہونا چاہئے کہ ہمارا امامؑ ہماری مدد فرمائے گا کیونکہ ایک شفیق پر کو اپنے پریشان بیٹھے کی حاجت روائی کرنے میں خوش ہوں گے۔

امامؑ سے توسیل کرنے کے طریقہ

اس کے بہت سارے طریقہ میں جنہیں چند ایک اس طرح ہیں۔
۱۔ مکیارل المکارم ج ۲ ص ۲۱ میں منقول ایک توسیل کی خاص دعا جو کچھ اس طرح ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَشَعَّلَكَ بِحَقِّ وَلِيْتَكَ وَحْدَكَ
صَاحِبَ الزَّمَانِ إِنِّي أَعْنَتْنِي بِهِ عَلَى جَمِيعِ أَمْوَالِي
وَكَفِيَتْنِي بِهِ مُؤْنَةً كُلِّ مُؤْنَةٍ وَطَائِغٍ
وَبَاغٍ وَأَعْنَتْنِي بِهِ فَقَدْبَلَةً مَجْهُودِي
وَكَفِيَتْنِي كُلَّ عَدْ وَوَهَقَّمَ وَدَيْنَ وَوَلْدِي
وَجَمِيعَ أَهْلِي وَإِخْرَوْنِي مَنْ يُعْنِيَنِي أَمْرُهُ
وَخَاصَّتِي أَمْيَنِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

۲۔ بارگاہ امامؑ میں استغاثہ

بہ استغاثہ امامؑ جس کے ابتداء جملے "سلام اللہ الکامل" میں نقایح الجنان (اردو) ص ۸۰، ۸۱ موجود ہے۔ اس میں ایک خاص بات یہ ہے کہ استغاثہ کے درمیان ہمیں مستغثت اپنی حاجتیں امامؑ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ اس استغاثہ کے بارے میں علامہ محدث نوریؒ اپنی ضخم کتاب "بجم الشاق" کے دسویں باجکے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ یہ استغاثہ پڑھنے کے پچھے اسی ساتھ میں میری حاجتیں بر آئیں۔ اور بے انتہا لوگوں کا تجربہ ہے کہ اس زیارت و استغاثہ پرستے انکی حاجت روائی ہوئی ہے۔

۳۔ خدمت امامؑ میں عرضہ کا پیش کرنا

یہ بھی توسیل کا ایک بہت عام اور اسان طریقہ ہے اس میں لوگ اپنی حاجتوں کو لکھ کر امامؑ کی خدمت میں ارسال کرتے ہیں۔ ہندوستان میں ۵۰ ارشعبان کے موقع پر تقریباً سبھی شیعیہ فرضیہ امام دیتے ہیں اور مرادیں حاصل کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس

موقع پر شیعوں میں بسم کی ایک لہرجاگ امتحنی ہے۔ سب لوگ بڑے خلاص کے ساتھ عرضہ لکھتے ہیں اور اسے دربار میں ڈالنے لگتے ہیں۔ لیکن کیا یہ کام سال میں صرف ایک ہی معین دن میں ہوتا چاہئے؟ کیا کس حدیث میں یہ ہے کہ صرف شب برأت میں اپنے امامؑ سے مخاطب ہو؟ کیا ہمیں اسی موقع پر اپنے امامؑ کی ضرورت پڑتی ہے؟ یا چھر کیا ہم اتنے کاہل ہیں کہ ایک ہی بار میں پورے سال کی حاجتیں امامؑ سے مانگ لیتے ہیں اور چھر سال بھر امامؑ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ نہیں نفع باللہ ایسا بالکل ہی نہیں ہے۔ ہمیں تو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے امامؑ کی خدمت میں عرضہ بھیجا کریں کیا ایک پورے ہفتے میں ہم ایک چھوٹا خط بھی امامؑ کی خدمت میں ہمیں لکھ سکتے اور اسے دربار میں یا کھنوں میں ڈال دیں یا پھر کھیں دفن کر دیں اور اس خط میں ہمارے حالہ کے بارے میں امامؑ سے سچنٹو کریں کہ مولا! یہ معاملات میرے در پیش ہیں کیا کروں مدد فرمائیے۔ ... ان براہیوں میں مبتلا ہوں مدد فرمائیے وغیرہ وغیرہ۔ یقیناً ہم ایسا کام بہت اسانی سے انجام دے سکتے ہیں لیکن ہماری کوتنا ہمیکی بنا پر ہم نے ایسا نہیں کیا۔ ہم نے اپنے امامؑ کو فراموش کیا کیا ہمیں ان کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اور یہ کیا ضروری ہے کہ جس ملک میں امامؑ کی ضرورت ہوا سی لمحہ ہم ابھی عرضہ بھیجیں۔ کیا ہم اتنے خود غرض ہیں کیا ہم بغیر کسی غرض کے اپنے امامؑ کو فقط ایک سلام تک نہیں لکھ سکتے ہیں۔

۴۔ امامؑ سے براہ راست کفتگو:

امامؑ سے رابطہ قائم کرنے کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے اور یہ سب سے آسان بھی ہے بلکہ اس طریقہ پر عمل کرنا ہر ایک کیلئے بہت سہل ہے۔ اس طریقہ میں ایک متسل امامؑ سے توسیل اس طرح کرتا ہے کہ جب بھی وہ تنہا ہو چاہے دن میں یا رات میں ایک بار امامؑ کو سلام کرتے ہوئے مثلاً، السلام علیک یا صاحب الزمان، کچھ اور اپنا حال دل ستائیں۔ اس میں کوئی تکلف اور جھگٹک نہیں ہونا چاہئے۔ ایسے موقع پر یقیناً امامؑ کی توجہ ہم پر ہوگی اسی سلسلے متسل کو چاہئے کہ کڑا گڑا سے اور تہہ دل سے امامؑ سے استغاثہ کرنے ہوئے اپنی حاجتوں کے متعلق دعا کرے۔ اور یہ طریقہ عمل ہم سب کو دن میں کم از کم ایک مرتبہ تو انجام دنیا ہی چاہئے گرچہ امامؑ ہمارے اعمال اور حاجتوں سے واقف ہیں لیکن ان سے فریاد کرنے میں بات ہی کچھ اور ہے۔

جناب سید ابن طاووس علیہ الرحمہ کا اپنے فرزند کو امامؑ سے توسل کرنے کی صیت

انہوں نے اپنے تمام جرائم کے اتنے کاب کے بعد اپنے بھائی یوسف اور اپنے باپ (یعقوب) کے کی تھی اور ان محترم افراد نے ان لوگوں پر حرم فرمایا تھا۔ ان کے گناہوں کو معاف کر دیا تھا۔ اس لئے اگر ہم خدا، رسولؐ، آپکے آبا و اجداد اور آپ کے نزدیک پسندیدہ اور گوارا نہیں ہیں تو تھی اے ہمارے سید و مدار، آپ یوسف سے اس بات کیلئے کہیں زیادہ لائق و سزاواریں کہ ہمیں اپنے رحم و کرم اور حلم و برداشت کے قابل فرادیں جو عطف و کرم رافت و محبت اور مہربانی و احسان انہوں (یوسفؑ) نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ (بِنَامِ سعادت فصل ۱۲)

امام کی مدد کے بے پناہ واقعات

کتابوں میں متعدد واقعات ملتے ہیں جس کے باعث واضح ہو جاتی ہے کہ امامؑ اپنے شیعوں کی نصرت کو کتنا عزیز رکھتے ہیں۔ بہت سی کتابوں میں ان واقعات کا ذکر ملتا ہے جیسے بخارالانوار، بخ الجاثق، ملاقات امامؑ، ملاقات بالامامؑ، جنت الماوی، ریاض العلماء، منہاج الصلاح والکلم الطیب، اشابة الہدایۃ وغیرہ۔ امامؑ کے لطف و کرم سے مشرف ہونے والویں علماء بحرالعلوم، آقازین العابدین سلامی، مولانا محمد حسین قزوینی، علام محمد تقی مجلسی، علام علی، شیخ حرم عاملی، شیخ مفید، شیخ حسن عراقی، متفس اردبیلی، علی ابن مہزیار اسلام عبلی، ہرقی علیم الرحمہ کے نام مشہور ہیں۔ یہ تو چند ہی نام ہیں۔ غلط نہیں ہو گا اگر یہ کہا جائے کہ شیعوں کا نام اس فہرست میں ہے کیونکہ ایسا کوئی شیعوں نہیں ہے جس پر امامؑ کی نظر عنایت نہ ہوئی ہو یہ الگ بات ہے کہ ہمیں اس کا احساس ہمیشہ نہیں ہوتا۔ اکثر ام اپنے آپ کو کچھ ایسی مصیبت میں گرفتار پاتے ہیں جس سے رہائی کا کوئی راستہ نہیں ہوتا یا ایسی مشکلات نے اگر کھیر لیا ہوتا ہے جس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ سمجھا لی تک نہیں دیتا اور کھپڑا چانک صرف چند جملہ دعا سے ساری مصیبتوں اور اسفیں کچھ اس طرح غائب ہو جاتی ہیں جیسے گویا تھی ہی نہیں۔ اور ان سب کے سچھے امامؑ کی نظر غائب ہے۔ انہیں نام و نمود کی فکر نہیں ہے وہ تو اپنا کام انجام دیتے ہیں اور تشریف لے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک چاہنے والا جو راستہ میں کھو گیا تھا اسکی امامؑ نے رہنمائی فرمائی اور کہا جلد تم ایسی لبستی میں پہنچ جاؤ کے جہاں کے رہنے والے سب شیعہ ہیں۔ اس وقت اس شخص نے عرض کیا یا سیدی آپ یہرے ساتھ آبادی انک مچیں گے فرمایا کہ نہیں کیونکہ بہت شہروں کے اطراف میں ہزاروں نظر مجھ سے استغاثہ کر رہے ہیں جن کی فریاد رسی کیلئے بجھے ان تک پہنچنا ضروری ہے (ملاقات امامؑ ص ۲۸۹) اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امامؑ ہر لمحہ اپنے شیعوں کی مدد میں مصروف رہتے ہیں۔

**بِأَيْلُكَ الْعَزِيزِ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضرُّ وَجَعَنَا
بِضَيَاعِهِ مُزْجَاةٍ قَاؤِنِ لَنَا الْكَبَيلَ وَتَصَدَّقَ
عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ بَا أَبَانَا
أَسْتَقْفِرْدُ ثُوَبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ**
(یعنی اے عزیز از ہر ایسا ہم کو اور ہمارے کنبے کو قحط کی وجہ سے بڑی تکلیف سورہ کا ہے اور ہم کچھ مظہوری سی لوچی لے کر آئے ہیں، تو آپ ہم کو پورا غل دلوادیجئے اور صدقہ و خیرات دیجئے۔ بیشک خدا صدقہ دینے والوں کو جزا خیر دیتا ہے اے بابا! ہمارے گناہوں کی مغفرت کے واسطہ دعا کیجئے بے شک ہم سزا پا گئے گاہیں۔ اور کہو اے ہمارے سید سردار اے ہمارے آقا و مولا، یہ گفتگو برداران یوسفؑ کی گفتگو ہے جو

بِقِيَهُ تَرْجِمَهُ وَشِرْحُ دُعَاءٍ
 (۲۶) وَ بَارِكْ لِلْحُجَّاجِ وَ الْزَّوَارِ فِي الزَّادِ وَ النَّفَقَةِ
 وَ اقْضِ مَا أَوْجَبْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَجَّ وَ الْعُمَرَةِ
 بِفَضْلِكَ وَ رَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
 اور حجاجیوں اور زائرین کے زاد و مخارج میں برکت عطا فرمائے اور
 ان کو حج اور عمرہ کرنے میں مدد فرمائ جو تو نے ان پر فرض اور واجب قرار
 دیا ہے۔

دعا کے آخر میں امام عصر (ع) حجاجیوں اور زائرین کیلئے خاص طور سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں زیارتی عطا فرمائے ان کے اخراجات میں برکت ہوتا کہ وہ اپنا فرض ادا کر سکیں۔ اس مختصر سی شرح کا اختتام امام صادق (ع) کی حدیث سے کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہمن آزاد اللہ بہ الخیر قدحَتْ فِی قَلِیْهِ
 صَحَّبِ الْحُسَنِيْنَ وَ صَحَّبِ زَبَارَتِهِ۔ اللہ جس کیلئے نیکی و سعادت چاہتا ہے پس اسکے دل میں امام حسین کی اور انکے زیارت کی محبت و رغبت پوسٹ کر دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا! -
 لہ خداوند عالم کو اس بات میں کوئی شرم و ہیا نہیں ہے کہ ان لوگوں پر عذاب کرے جو ایسے امام کو مانتے ہیں جس کو خدا نے معین نہیں کیا ہے۔“

”اگرچہ یہ لوگ عمل کے اعتبار سے نیکو کارہی کیوں نہ ہو اور خداوند عالم کو اس بات سے شرم محسوس ہوئی ہے کہ وہ ان لوگوں پر عذاب کرے جو اس کے معین کرده امام کو مانتے ہیں کیا ہے۔“
 (اصول کافی۔ کتاب الجزا۔ ج ۳۶)

خدا کے بیہاں شرم و ہیا کا مسئلہ انسان کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کے بیہاں اس طرح کی تقبیروں کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی سنت یہ ہے اس کی روشنی یہ ہے۔ البتہ اس حدیث سے ہرگز یہ مطلب نہیں نکالنا چاہئے جب ہم امام بحق کی امامت کے قائل ہیں تو ہمارے لئے گناہ کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہے امام بحق کی امامت و معرفت کے بعد تو انسان کو اور زیادہ گناہوں سے دو رہنا چاہئے تاکہ یہ پتہ چل سکے امام بحق کی امامت کا قائل اس عقیدہ کے تقاضوں کو خوب اپھی طرح جانتا ہے۔

خدا یا! روز بروز امام وقت علیہ السلام کی معرفت میں اضافہ فرمائیں وہ لمحہ بہ لمحہ دل کو ان کی محبت سے منور تر فرمائے۔ ان بہ ان ان کی خودت کی مزید توفیقات عطا فرمائے۔

یاد دھانی: امامؑ سے توسل کیلئے کوئی خاص موقع بجا کو او وقت کی شرط نہیں ہے۔ یہ تو کہیں بھی اور کسی بھی وقت ہو سکتا ہے اس میں صرف پاکیزگی دل، توجہ کامل، گناہوں سے توبہ، یقین ثابت اور صحیح اعتقاد کی شرط ہے۔ توسل متول کی ولایت کو پختہ کرتا ہے۔

اس کے یقین میں بے شمار اضافہ کرتا ہے، متول ہر کو اس بات کا معتقد ہوتا ہے کہ وہ امامؑ کے زیر نظر ہے۔ چنانچہ وہ ہر کو اس سی میں مصروف رہتا ہے کہ کس طرح سے وہ اپنے امامؑ کو خوش کرے اور انکی عناز احتیٰ سے بچے۔ متول کا توکل عروج پر ہوتا ہے۔ متول امامؑ کا ایک بہت خاص دوست بن جاتا ہے جو اپنے امامؑ سے اپنی ساری یاتیں خود ہی بیا کرتا ہے اور ان سے خیر کا طالب ہوتا ہے اس پر رنج و غم بھی اثر نہیں کرتے۔ مایوسی اس پر قطعاً طاری نہیں ہوتی۔ امام کی خاص نظر عنایت اورفضل اس پر ہوتا ہے۔ اسکی دنیا بخیر ہوتی ہے اور اسکی آخرت کا میاب ہے۔ اسی لئے تم سب کو بچا ہے کہ ہمیشہ امامؑ سے توسل کرتے رہیں۔ تاکہ ہمارا بھی اب جام بخیر ہو آئیے ہم۔ اپنے موضع کا خاتمه دعا توسل کے اس فقرے پر کریں (جو کہ امام حسن عسکری علیہ کی تعلیم کردہ دعا ہے) جو امامؑ سے مر罗ط ہے اور یہ عہد کریں کہ زندگی بھر اس جلد کو دیرتے رہیں گے؛ یا وَصَّى الْحَسَنُ وَالْخَلْفَ الْحُجَّةَ أَيْلَهَا الفَائِعَمُ الْمُنْتَظَلُ الْمَهْدِيُّ يَا بْنَ رَسُولِ اللَّهِ يَا حُجَّةَ اللَّهِ عَلَىٰ حَلَقِهِ يَا سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا إِنَّا تَوَجَّهُنَا وَاسْتَشْفَعُنَا وَتَوَسَّلُنَا بِإِلَى اللَّهِ وَقَدْ صَنَاعَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَاجَتِنَا يَا فَجِيلِهِ أَعْنَدَ اللَّهَ اشْفَعَ لَنَا عِنْدَ اللَّهِ يَعْنِي أَسْعَنْ عَسْكَرِيَّتِی کے جانشین محبت، اے امام قائم منتظر مهدیؑ اے فرزند رسول اللہ اے اللہ کی محبت اس کی مخلوق پر، اے ہمارے مردار اور ہمارے مولا ہم آپ کی طرف رنج کر رہے ہیں اور ہم نے آپ سے شفاف چاہیے اور خدا کی بارگاہ میں آپ کو دیکھ لے دیا ہے۔ اپنی حاجتوں کے آگے آگے آپ کو عیش کیلئے ہے۔ اے خدا کی نظر میں عزت دار اللہ عزوجل سے ہماری سفارش فرمائے۔

یا ابا صالح المهدی ادرستنا

”میں اپنے بندوں پر ذرہ برا بڑلم نہیں کرتا ہوں۔“
 (۲۵) رکمال الدین باب ۲۷ حدیث ۳ ص ۲۵۶

محبت خدا کی معرفت کے بغیر عذاب الہی سے بچات مکن نہیں ہے۔ انسان اپنی والنت میں کتنے ہی نیک اعمال بجا لائے لیکن اگر اس کے دل میں ”وَ اَمَّا بِرَحْنَ“ کی معرفت نہیں ہے تو بچات مکن نہیں ہے۔

ہے۔ بعض درسگاہوں میں یہ مقدمہ عربی کے آخری امتحان (فاضل) کے کورس میں شامل ہے۔

بیوں کہنا چاہئے کہ یہ مقدمہ ابن خلدون کی تاریخی کتاب کا ساتواں حصہ ہے۔ انہوں نے اسے آٹھ فہرستیں کے قلیل عرصے میں لکھا تھا۔ اس مقدمہ میں اصول آئین تواریخ کے علاوہ سیکڑوں مقالات ہیں اور کام علوم عقلیہ و نقابیہ کا جمالی بیان اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ابن خلدون نے ان پر آزادانہ تبصرے کئے ہیں۔

بعض افراد تاریخ ابن خلدون کو جسم اور مقدمے کو اسکی روح کہتے ہیں کیونکہ ابن خلدون کی شہرت کا سہرا اس مقدمے کے سر ہے۔

اہم نے جسی اسی مقدمے کو اپنا مأخذ قرار دیا ہے اور اسی مقدمے کے ذریعہ ابن خلدون کے نظریات کو پرکھیں گے۔

مقدمہ ابن خلدون جس سے ہم نے اس مضمون کیلئے استفادہ کیا، اعتقاد پیلیشنگ ہاؤس، دہلی نے شائع کیا ہے۔ مولانا راغب رحمانی دہلوی صاحب نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ دو حصوں میں ہے دوسرے حصے میں فصل ۲۵ مہدی کے عنوان سے ہے اور ۱۸ عنوانات کے تحت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

حضرت مہدی کے بارے میں احادیث

ابن خلدون نے حصہ دوم صفحات ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴ اور پاکیس ہدیثیں درج ذیل اصحاب کے ذریعہ نقل کی ہیں۔

بخاری۔ ابن مسعود حضرت علیہ السلام۔ ابو سعید خدری۔ عبد اللہ بن مسعود۔ محمد بن جعفیہ۔ ابن عباس۔ ثوبان۔ عبداللہ بن حارث بن حرثہ۔ ابو ہریرہ قرہ بن ایاس۔ ابن عمر، طلحہ بن عبد اللہ۔ مجاهد۔ ام جبیہ و عزیزہ۔ ان راویان حدیث کو مختلف سندوں سے جوڑا گیا ہے۔ خود ابن خلدون نے یہ لکھا ہے کہ ان حدیثوں کو ترمذی، ابو داؤد، برائے، ابن ماجہ، حاکم طبرانی اور ابو یعلیٰ موصیٰ ابنی کتب لبوں میں لائے ہیں۔ اور اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ:

”مہدی کو زمانے والے ان احادیث کی سندوں پر اعتراض کرتے ہیں جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ چونکہ میثین کے نزدیک یہ قاعدہ مسلم و مشہور ہے کہ جرح تعدل پر مقدم ہوتی ہے۔ اس لئے اگر ہم اسناد کے سسی روایی پر جرح پاییں گے مثلاً اس میں غفلت ہے۔ یا اس کا حافظ خراستی یا اس میں ضعف پایا جاتا ہے یا اس کی رائے صحیح نہیں ہے تو اس کا اثر صحت حدیث پر پڑے کا اور حدیث درجہ اعتماد سے گرفتار ہے گی۔“ (مقدمہ ۱۵۸/۲)

ابن خلدون

اور احادیث مہدی

کسی چیز کو پڑھنے یا اسکی حقانیت یا اس کے بطلان کو سمجھنے کیلئے شخصیت ڈراول ادا کرتی ہے۔ یعنی ہم جس چیز کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں، اس کے بارے میں اگر کسی معمولی اور عام آدمی کے نظری کو دریافت کریں اور اس کا اشتیار دیں تو لوگوں میں اس کا اثر اتنا نہ ہو گا جتنا کہ یہک غیر معمولی اور مشہور و معروف اور مخصوص عالم کا ہو گا۔ غرض ہجتی اہم شخصیت ہوگی اتنا ہیں اہم اس کا اثر اپنے ہو گا۔ ابن خلدون، دنیا کے اسلام میں بہت ہی معروف اور زبان زد عالم و خاص ہیں۔ ان کے نظریات مسلمانوں کے بارے میں طبقہ کے دلوں پر راج

کرتے ہیں۔ اسی لئے انہیں ”علامہ“ بھی القاب سے جسی نواز اگبایہ آئیے ہم اتنی اہم شخصیت کے نظریات حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں دیکھیں کیونکہ ابن خلدون کے نظریات ان کے بعد آج تک علمی حلقوں میں اثر انداز ہیں۔ ان کی پیروی میں بعض علماء نے ہمی احادیث مہدویت کے بارے میں انہیں کی بولی بولنا شرعی کیا اور تجویز میں عوام کو بھی ان کا پیر و ہونا پڑا۔ یہاں ہم۔ امام مہدی علیہ السلام کے سلسلے میں ابن خلدون کی جمع کردہ روایتوں اور ان کی رائے کو پیش کرنے سے پہلے اس مقدمہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن میں انہوں نے ان روایتوں کو نقل کیا ہے۔

مقدمہ ابن خلدون

ابن خلدون نے چھٹا جلدیں پر مشتمل ایک اسلامی تاریخ لکھی ہے جس کا نام ہے: ”كتاب العبر و ديوان المبتدأ و الأخبار في أيام العرب والعجم والمبرجر“، ابن خلدون کی تیاری کی تاریخی کتاب اتنی شہرت نہ پاسکی جتنا کہ اس کتاب پر لکھا گیا مقدمہ مشہور و عام ہوا۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ ابن خلدون کو تباہ دنیا اتنا نہیں پہچانتی جتنا اس مقدمہ کی وجہ سے پہچان گئی ہے۔ یورپ میں بھی اس مقدمہ کی بڑی دھoom ہے۔ اس کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اصل کتاب عربی زبان میں ہے۔ سندھ و سستان میں اس کا اردو اور انگریزی ترجمہ انسانی سے دستیاب

تذکر

مندرج بالآخری سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ موصوف (مقدمہ ۱۵۸/۲) رقاعدہ "تعديل پر جرح مقدم" کے تحت ان حدیثوں کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں جن پر جرح کی بھی ہو۔

حدیثوں پر جرح

محمد بن سعید کا کہنا ہے کہ ! عاصم تھے تو قابلِ بھروسہ لیکن حدیث میں غلطیاں بہت کرتے تھے۔

عبد الرحمن بن ابی حاتم کہتے ہیں : میں نے اپنے والد سے کہا کہ ابو زرع عاصم کو تلقین کرتے ہیں۔ میرے والد نے فرمایا : ان (عاصم) کا یہ متربہ نہیں (کہ وہ ثقہ ہوں) ان پر ابن حلیہ نے جرح کی ہے اور فرمایا ہے ہر عاصم کمزور فاظ والا ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں : میرے نزدیک ان کا مقام صدق کا مقام ہے (یہ سچے ہیں) اور صالح الحدیث ہیں (ان کی حدیث مان لی جائے) مگر حافظ حدیث نہیں۔ ان کے بارے میں میں نسائی کا قول بھی مختلف ہے۔

ابن حاشش کہتے ہیں ! ان کی حدیث میں ہے۔

ابو عقر عقیلی : ان کا صرف حافظ خراب تھا۔

دار فقطنی : ان (عاصم) کے حافظ میں سچے کمی ہے۔

یحیی الققطان : میں نے جس شخص کا نام عاصم پایا اس کا خراب حافظ کا پایا میں نے شبہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہم سے عاصم بن ابی الجندو نے حدیث بیان کی۔ حالانکہ ان کے بارے میں لوگوں کے خیالات اچھے ہیں۔

(مقدمہ ۱۵۹/۲)

قابل توجہ ایک اعتراض کا جواب دینے کی کوشش

کی ہے۔ اس طرح :

"اگر کوئی کہے کہ بخاری و مسلم بھی تو عاصم کی حدیث لائے ہیں، معلوم ہوا کہ عاصم میں جحت کی صلاحیت ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ بخاری و مسلم ان کی حدیث براہ راست نہیں لائے بلکہ دوسرے راوی کے ساتھ ملا کر لائے ہیں۔ کویا اصل راوی دوسرا راوی ہے اور یہ بطور شہادت کے لائے گئے ہیں؟" (مقدمہ ۱۶۰/۲)

اسی طرح ابن خلدون نے بخاری و مسلم کی تائید میں حدیث مہدویت کی بحث میں ہی یوں رقم طرز ہیں۔

کوئی یہ ترکیب کہ جرح تو بخاری اور مسلم کے بعض راویوں پر بھی کی گئی ہے۔ (تائید میں علامہ فرماتے ہیں) حالانکہ علی بالاتفاق بخاری و مسلم کی حدیثیں صحیح مانتے ہیں۔ کیونکہ علماء کا اجماع ان احادیث کی صحت پر

ابن خلدون نے مذکورہ بیان کے بعد اکبریں^۳ حدیثیں حضرت امام مہدی کے بارے میں نقل کی ہیں اور ہر حدیث کی اسناد و روایوں پر جرح کو نقل کیا ہے البتہ اس قول کے ساتھ : "چنانچہ امکہ حدیث سے ان (حدیث مہدویت) پر جرح منقول ہے" بقول شیعی ابو بکر بن خیثہ نے مہدی کے بارے میں تمام حدیثیں ایک جگہ جمع کر دی ہیں۔ ہم انہیں تفصیل سے یہاں درج کر رہے ہیں :

(اکیس ع ۱۲) میں سے صرف محدثین نقل کر رہے ہیں)

حدیث (۱۱) : بخاری : رسول اللہ صلی اللہ علیہ (والہ) وسلم نے فرمایا : مہدی کا منکر کافر اور دجال کا انکار کرنے والا محبوب ہے اور مغرب سے سورج کے نکلنے کے بارے میں بھی میرے خیال میں اسی طرح فرمایا۔

اس حدیث کے راوی اس طرح ہیں : مالک بن النس از محمد بن منکدر از بابر اس ترتیب کو ابو بکر اسکاف نے فوائد الاخبار میں نقل کیا ہے۔

جرح : مالک بن النس کی طرف اس حدیث کی سند کی صحبت میں بہت مبالغہ آئی ہے اور اس کے علاوہ خود ابو بکر اسکاف بھی اپنی حدیث کے نزدیک متمہ ہے کیونکہ اس پر حدیثیں کھڑنے کا الزام ہے۔

حدیث (۱۲) : ابن سوڈہ بنی صلی اللہ علیہ (والہ) وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اپنے فرمایا کہ دنیا کا اگر ایک ہی دن باقی رہے گا تو حق تعالیٰ اس کو لبا فرمادے گا۔ حقی کہ اس میں مجھ سے یا میرے اہلیت سے ایک شخص کو بھیج گا جس کا نام میرا نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہو گا (ترمذی)، ابو داؤد۔ یہ لفظ ابو داؤد راوی کا ہے) اس کی سند کے راوی یہ ہیں۔ عاصم بن ابی الجمور، مشہور فاری زریں جیشیں سے انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے۔

(دنوٹ) ترمذی اور ابو داؤد نے اسے اپنی اپنی سندوں سے لے ہیں۔ ابو داؤد نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔ ابو داؤد نے اپنے فتوی رسالے میں فرمایا کہ میں جس حدیث پر خاموش رہوں اس میں جحت کی صحت ہوں ہے۔ (مقدمہ ۱۵۹/۲)

سب سے قوی دلیل اور دفاع و حمایت کیلئے بہترین (دلیل) ہے،

(مقدمہ ۲/۱۵۸)

یہی نتیجہ نکلا

ابن خلدون کے ذکرورہ دونوں بیان حدیث مہدویت کے ذلیل میں اور بالخصوص جرح پیش کرنے سے پہلے اور جرح کے بعد، سے یہ تجزیہ نکالا کہ (۱) جن حدیثوں پر جرح وارد ہوئی ہے ان حدیثوں کو معتبر سمجھا جائے۔

(۲) حدیث مہدویت پر جرح وارد ہوئی ہے اس لئے یہ حدیث قابل اعتبار نہیں ہیں۔

(۳) یہی راوی جن پر جرح ہوئی ہے، اگر بخاری اور مسلم کی حدیثوں کے راوی ہیں تو بخاری اور مسلم کی حدیث کی صحت پر جرح کا اثر نہ ہو گا۔

بکونک بخاری اور مسلم کی حدیثوں کی صحت پر علماء کا اجماع ہے۔ اب ذرا عنور کریں کہ اکیس حدیث اور ان پر جرح کو نکھنے کے بعد ابن خلدون نکھنے ہیں۔

”یہ وہ تمام احادیث جو علماء، مہدی کے اور آخری زمانے میں ان کے طہور کے بارے میں لائے ہیں۔ ان کے مطابق سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ حدیث پر جرح ہے اور شاذ و نادر اسی جرح سے کوئی حدیث پچھے ہے۔“ (مقدمہ ۴/۳۴۰)

ابن خلدون نے احادیث مہدی کو شاذ و نادر قرار دیکر اور ان پر جرح کے ذریعہ نہ صرف مسلمانوں میں شک پیدا کیا بلکہ بعض افراد کو مگر اسی بھی کردیا اب ہم ابن خلدون کی اس روشن کے جواب میں مختصراً یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث مہدی نہ شاذ و نادر ہیں اور نہ کسی احادیث مہدی کے راویوں پر جرح سے حدیث کا اعتبار کم ہوا ہے۔ بکونک حقیقت یہ ہے کہ (۱) جو حدیثیں متواتر ہیں ان کے رجال کو یہ کھنے اور دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی لہذا ان پر جرح کی کسی احادیث مہدی کو غیر معتبر اور ضعیف بتانا ”علم حدیث و درایہ“ کے اصولوں کے خلاف ہے۔

۲۔ ابن خلدون کا خود اکیس (۱۷) حدیث مختلف راویوں سے نقل کرنے کے بعد، انہیں شاذ و نادر کہنا کہاں نک درست ہے گویا ابن خلدون کے قول میں ہری خود تضاد پایا جا رہا ہے۔

۳۔ ”خود ابن خلدون نے نقل کیا کہ جماعتہ من الائمه تخریجوا احادیث مخصوص اتریزی والبوداود والبراز و ابن ماجہ والحاکم والطبرانی.... المہدی کی ایک جماعت جن میں تریزی، البوداود، برزا، ابن ماجہ، حاکم، اور طبرانی نے حدیث مہدی کو (اپنی اپنی کتابوں میں) نقل کیا ہے..... کیا اس سے پہ ثابت نہیں ہوتا کہ عقیدہ مہدویت ایک مسلم عقیدہ ہے اور

مسلمانوں کا اس پراتفاق ہے۔ اسی لئے ان جیجد علماء نے حدیث مہدویت کو نقل کیا؟

۷۔ قاعدہ ”ان الجرح مقدم على التعذيل“ یہ علماء حدیث کا

بنیا ہوا قاعدہ ہے اور اس کی اساس یا بنیاد حدیث و قرآن نہیں ہے پھر اس قاعدہ کو جہاں علماء حدیث نے قبول کیا ہے وہیں بہت سے علماء حدیث نے اسے رد بھی کیا ہے تو کیوں علماء موصوف نے حدیث مہدویت کو ضعیف بتانے کیلئے صرف اس ایک قاعدے کا سہارا لایا؟

۵۔ غفلت یا حافظت کی بنیاد پر کسی راوی کو ضعیف بتا کر صحت حدیث پر جملہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ حدیث مہدویت تو از لفظی، تو از معنوی اور تو از اجتماعی ہر اعتبار سے متواتر ہے۔

۶۔ خود ابن خلدون کا یہ اقرار کہ:

تمام مسلمانوں میں ہر زمانے سے یہ بات مسلم مشہور ہلی آرہی ہے کہ آخری زمانے میں خاندان اہل بیتؐ میں سے ایک ایسے شخص کا ظہور ہو گا جو دین کو تقویت پھوپھائے گا اور انصاف پھیلائے گا....“

اس مسئلہ (مہدویت) پر اتنی مسلم کے اجماع کو ثابت کر رہا ہے جو خود اس عقیدے کی حمایت کیلئے ایک بہترین دلیل ہے۔

اگر ہم مضمون کو طولانی کرنا چاہیں تو دوسری بہت سی دلیلیں بیان ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس مضمون میں اسکی گنجائش نہیں ہے اور پھر شعبان کے گذشتہ شماروں میں حدیث مہدی کے متواتر ہونے کو ایک نہیں بلکہ کمی مضمایں میں ثابت کیا جا چکا ہے لہذا ابن خلدون کا حدیث مہدی کو ضعیف اور شاذ و نادر بتانے بے بنیاد ثابت ہو جاتا ہے۔

خاتمہ پر یاد رکھتا چاہئے کہ ابن خلدون کی حیثیت دنیا کے اسلام میں ”حدیث“ کی نہیں بلکہ مورخ کی ہے لہذا حدیثوں کی صحت کو دریافت کئیں کیلئے ان کی طرف رجوع کرنا درست نہیں بلکہ حدیث کے نظریہ کو ترجیح دینا چاہئے۔

علمائے اہل سنت میں احمد بن محمد بن صدیق شافعی نے ابن خلدون کے اس نظر پر کو رد کرتے ہوئے ایک کتاب لکھی ہے:

”ابراز الوهم المکنون من کلام

ابن خلدون؛“

یہ کتاب عربی زبان میں تقریباً ڈیٹھ صفحات پر مشتمل ہے مشق میں یہ کتاب سن ۱۳۷۶ء سے ہجیری میں شائع ہوئی تھی جس میں بہت ہی عالمانہ انداز میں مصنف نے حدیث مہدی کو متواتر قرار دیتے ہوئے ابن خلدون کو تنازراً اہے۔

خدا یا! تمام مسلمانوں کو گراہبوں سے حفاظت رکھ۔

عبدات خدا کے لئے جلت خدا کی

معرفت

ضروری ہے

اس میں کوئی شک نہیں خداوند عالم نے انسان کو عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ صاف و پاکیزہ عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ انسان کیلئے خدا کی عبادت کرنا لازم و ضروری ہے شیکر منعم کا بہترین طریقہ اس کی اطاعت و مددگی ہے۔ لیکن عقل یہ فیصلہ نہیں کر سکتا ہے کہ عبادت کس طرح انجام دینا چاہئے۔ اس لئے کہ عقل بشر کی وہاں تک رسائی نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اپنی عقل کی روشنی میں خدا کی عبادت کے طریقہ معین کئے وہ راستے سے بھٹک گئے خدا کے علاوہ حکمی اور کسی عبادت کرنے لگے۔

خداوند عالم نے انبیاء، اور مسلمین علیہم السلام کو میتوحث فرمایا تاکہ وہ خدا کے واقعی حقیقی کی طرف لوگوں کو دعوت دیں فطرت میں موجود معرفت خدا کو اپنی یاد دہنیوں سے ابھاریں بیدار کریں اور ان کو عبادت کا صحیح طریقہ سکھائیں تاکہ عبادت فربت خداوندی کا ذریعہ ہو سکے۔

انبیاء علیہم السلام کے اقوال و افعال لوگوں کو خدا کی طرف متوجہ کرتے ہیں ان کی بات بات میں خدا کی طرف رہنمائی ہے۔ بیہاں ایک نہایت اہم بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ نبی برحق کون ہے۔ اور کون خود ساختہ نہیں ہے۔ امام برحق کون ہے اور امام باطل کون۔؟ تو اس کیلئے ہم اس کے اقوال و افعال پر نظر کریں اگر اس کے اقوال و افعال طاغوت سے انکار اور خدا کے واحد کی عبادت کی طرف دعوت دے رہے ہیں تو وہ نبی نبی برحق اور وہ امام امام برحق ہے۔ اور اگر اس کے برعکس ہے۔ لیکن اس کے اقوال میں طاغوت کی اطاعت کا حکم ملتا ہے تو وہ نبی برحق ہرگز نہیں ہے اس کے باطل ہونے کیلئے صرف اس کے اقوال کافی ہیں مزید دلیلوں کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ ”اعرِفُوا اللَّهَ بِاللَّهِ وَ الرَّسُولِ بِالرِّسَالَةِ“، خدا کو خود خدا کے ذریعہ پہچانو اور رسول کو اس کی رسالت اور پیغام کے ذریعہ پہچانو! -
(اضھول کافی۔ کتاب التوحید۔ ج ۱ ص ۸۵)

اس بنابرہ اہلیت علیہم السلام کی حقانیت اور ان کے مخالفین کے باطل ہونے کیلئے ان کے اقوال کافی ہیں۔
زیارت جامعہ کبیوں کے ان فقروں پر ذرا توجہ فرمائیے۔ خداوند عالم نے اہلیت علیہم السلام کو

”اپنی وحی کا ترجمان، اپنی توحید کا ستون، اپنی مخلوقات پر گواہ“ ”اپنے بندوں کیلئے پرچم ہدایت، اپنے شہروں میں منارہ نور، اپنے راستے کیلئے دلیل و رہنمایا۔ قرار دیا۔ اور ان حضرات کو ہر طرح کی نظرشوں سے محفوظ رکھا۔ ہر طرح کے فتوؤں سے مامون رکھا۔ ہر طرح کی کشافت سے پاکیزہ قرار دیا اور اس طرح سے پاک کیا جو پاک کرنے کا حق تھا“
اس قدر عظیم منزلت پر فائز ہونے کے بعد، آئندی ساری فضیلتوں سے متصف ہونے کے بعد۔ اہل بہیت اطمینان علیہم السلام نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت نہیں دی خود کو ڈرا نہیں کیا۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ ذرا سی فضیلت میں پھولے نہیں سماٹتے۔ اپنے بارے میں کیا کیا خیال کرنے لگتے ہیں۔ مذکورہ فقروں کے بعد یہ جیلے نظر آتے ہیں۔

”آپ حضرات نے خدا کے جلال کو عظیم گردانا، اسکی شان و منزلت کو بزرگ کیا۔ اسکے کرم کی عزت و توقیر کی، ہمیشہ اس کا ذکر کیا، اس کے عہد و سیام کو حکم کیا، اسکی اطاعت کے معاہدہ کو مستحکم کیا۔ اسکی رضاکی خاطر ظاہرًا اور باطنًا لوگوں کو نصیحت کی۔ حکمت اور سنتین یون عظیم کے ذریعہ اس کے راستے کی طرف لوگوں کو دعوت دی، اسکی خوشندی کیلئے اپنی جانوں کو فربان کر دیا۔ اس کیلئے ہر طرح کی مصیبت کو برداشت کیا۔ — نمازیں قائم کیں زکوٰۃ ادا کی۔ امر بالمعروف نہیں عن ال منکر کا فرضہ انجام دیا اسکی راہ میں بھرپور جہاد کیا۔ —“

کیا یہ زحمتیں رائیگاہ ہو گئیں، ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ ہرگز نہیں بلکہ مقصد پوری طرح حاصل ہو گیا۔ ذرہ یہ رابرنا کامی کا سوال نہیں۔ ذرہ ان جملوں پر غور فرمائیے۔

”بیہاں تک کہ اس کی دعوت کو پوری طرح عام کر دیا اس کے واجبات کی وضاحت کر دی، اس کے حدود کو فاقم کر دیا

اس کی شریعت کے احکام کو نشر کر دیا، اس کی سنتوں کو رائج کر دیا۔“

البیت اطہار علیہم السلام کا مقصد خدا کے پیغام کو عام کرنا تھا۔ وہ پیغام ساری دنیا تک پہونچ گیا۔ آج دنیا کے جس گوشے میں بھی اسلام کی روشنی نظر آرہی ہے یہ سب اہل بیت اطہار علیہم السلام کی تعلیمات کا اثر ہے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ عبادت کے سلسلے میں خداوند عالم کیا چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص ساری زندگی سجدہ میں بس کر دے مگر یہ سجدہ خدا کے حکم کے مطابق نہ ہو نہ صرف عبادت نہیں ہے بلکہ خدا سے دوری کا سبب ہے۔

خداوند عالم پر ایمان لانے کا تقاضا صرف یہی نہیں ہے کہ ہم اس کو ایک جانیں اور کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اس کا دین اس کے احکام اُس درسے حاصل کریں جس کو اس نے اپنادر قرار دیا ہے۔ اور یہ ”باب اللہ“ انبیاء و مسلمین اور آخر طاہرؑ علیہم السلام ہیں۔ نبوت اور امامت پر ایمان لانا عقیدہ توحید کی تکمیل یعنی ضروری ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

”اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کے بغیر حلال کو حلال اور حرام کو حرام کر سکتا ہے تو درحقیقت اس نے حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام نہیں سمجھا ہے۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کو کوئی دے، وحی و عمرہ بجا لائے، یہ سارے اس ذات کی معرفت کے بغیر انجام دے جس کی اطاعت نہیں ہے واجب و ضروری قرار دی ہے تو اس نے دراصل کوئی کام انجام نہیں دیا ہے۔ نہ اس نے نماز پڑھی ہے، نہ روزہ رکھا ہے۔ نہ زکوٰۃ دی، نہ حج کیا نہ عمرہ انجام دیا نہ غسل جنابت کیا، نہ طہارت انجام دی نہ حرام خدا کو حرام سمجھا اور نہ حلال خدا کو حلال سمجھا، اس کی نماز، نماز نہیں ہے۔ گرچہ کوئی اور سجدہ کرنے والے نہ اس کی زکوٰۃ، زکوٰۃ ہے اور نہ حج حج ہے یہ سب اس وقت صحیح اور درست ہو گا جب اس ذات کی معرفت اور

اس کی رہنمائی میں انجام دیئے جائیں جس کی اطاعت خداوند عالم نے لوگوں پر واجب قرار دی ہے۔“
”جو شخص خدا کے اس نمائندے کی معرفت رکھتا ہے، اس سے دین و احکام حاصل کرتا ہے۔ درحقیقت اس نے خدا کی اطاعت کی ہے،“

(بخارا الانوار - ج ۲ - ص ۱۶۴)

اس روایت پر بھی وصیان دیجئے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔

”بنی اسرائیل کے ایک عالم نے خداوند عالم کی اس قدر عبادت کی (سوکھ کر) خلال کی طرح (د بلا پلا ہو گیا) خداوند عالم نے اس زمانے کے بغیر کی طرف وحی کی کہ اس سے کہہ دو۔

خداوند عالم کی عبادت صرف اُس طریقہ اور انداز سے ہو سکتی ہے جو خداوند عالم نے معین فرمایا ہے۔ نماز ضروری عبادت خدا ہے مگر وہ نماز جو خدا کے حکم سے بجا لائی جائے اگر کوئی شخص صحیح کی دوست نماز کے بعد بغیر نذر وغیرہ دو رکعت اس نیت سے پڑھے کہ یہ دو رکعت بھی خدا نے واجب کی ہے تو یہ نماز قرب خدا کا ذریعہ نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ نماز خدا کے حکم سے نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرمانتے ہیں :-

”..... خداوند عالم نے ملائکہ سے فرمایا۔ آدم کو سجدہ کرو۔ سب نے آدم کو سجدہ کیا۔ اس وقت ابیس کے دل میں جو حسد تھا وہ طاہرؑ کر دیا اور اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔“
”خداوند عالم نے اس سے کہا۔ جب میں نے تم کو سجدہ کا حکم دیا تھا تو کس پھر نے تجھ کو سجدہ کرنے سے روک دیا۔“
”اس نے کہا۔ میں ان سے بہتر ہوں۔ اسلئے کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور ان کو مٹی سے خلق کیا۔“

”لہذا جس نے سب سے پہلے قیاس سے کام بیا وہ ابیس ہے اس نے تکبر کیا۔ یہی تکبر خداوند عالم کی سب سے پہلی نافرمانی ہے۔“

”ابیس نے کہا! = میں کہ پورا دگار مجھے آدم کو سجدہ کرنے سے معاف کر دے۔ اور میں تیری ابیس عبادت کروں گا۔ جیسی عبادت نہ کسی مقرب بارگاہ فرشتہ نے کی ہوا۔“
”نہ کسی بنی مرسل نے۔“

”خدا نے فرمایا! = مجھے تیری عبادت کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں بس پرچاہنا ہوں کہ میری عبادت صرف اس طرح کی جائے جس طرح میں چاہنا ہوں۔“

”و اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔“

”و خدا نے فرمایا۔ یہاں سے نکل جا۔ یقیناً فیما تُنک تجھ پر میری لعنت ہے۔“

(بخارا الانوار ج ۱۱ ص ۱۳۱)

عندگی پہاں تک کہ جیگ میں گو سفند کے گوشت کی طرح محل
جاؤ (رلشیر لیشن ہو جاؤ) اب بھی میں تجھ سے قبول نہیں
کروں گا۔ پہاں تک کہ تم اس دروازے سے آجیں
سے میں نے آئے کا حکم دیا ہے۔“
(بخارا الانوار ج ۲، ص ۱۴)

”ہذا استجابت لِكَ“
”اے عیسیٰ میرا یہ بندہ میرے پاس اس دروازہ سے نہیں آیا ہے جس
سے آیا جاتا ہے۔ وہ بھی اس حال میں پکار رہا ہے کہ اس کے دل میں ہمارے
تعلق سے کچھ شک ہے۔ اگر یہ شخص میری بارگاہ میں اس قدر دعا کرے کہ اس
کی گزرن ٹوٹ جائے اور اس کی انگلیاں گرجا بیک نسب بھی میں اس کی دعا
قبول نہیں کروں گا۔“ (اصول کافی ج ۶ ص ۹۳ باب الشک ۹)

جب محنت خدا کے بارے میں شک کرتے کایہ الجام ہے تو محنت
خدا کی باتوں کو نہ مانتے کا کبھی حشر ہو گا۔ اگر کوئی شخص محنت خدا کو نظر انداز
کر کے خدا کی بارگاہ میں جانا چاہتا ہے وہ اس سلسلا اور وسیلہ کا انکار کرے گا
ہے جو خدا نے قرار دیا ہے۔ یعنی یہ شخص خداوند عالم کے معین کردہ راست
کے علاوہ اپنے لئے ایک نیا راست بناتا ہے۔ یہ بات کہ جیکی ہے اگر کوئی
انپی مرضی سے خدا کی عبادت کریگا تو اسکی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

حدیث فکی میں ہے۔ حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ مجھ سے جبریل نے بیان کیا اور انہوں نے رب العزت سے یہ
بیان کیا ہے۔ خدا نے عز و جل نے فرمایا۔

”جو صرف مجھے لائق و مستحق بندگی جانے، اور محمد کو میرا بندہ
رسول جانے، اور علی بن ابی طالب کو میرا خلیفہ جانے اور
ان کی نسل کے اماموں کو میری محنت جانے، اسے اپنی رحمت
کی بنا پر محنت میں داخل کر دوں گا۔ اور اپنی عفو و مغفرت
اس کو جہنم سے بچات دوں گا۔ اپنے پیوس میں اس کو جگ
دوں گا۔ اپنا رحم و کرم اس کیلئے ضروری قرار دوں گا۔ اس پر
اپنی نعمتیں تمام کر دوں گا۔ اس کو اپنے مخصوصین اور
مخلصین میں قرار دوں گا۔ اگر وہ مجھے پکارے گا بلیک کہوں
گا۔ اگر مجھ سے دعا مانگے گا قبول کر دوں گا۔ اگر مجھ سے سوال
کریگا عطا کر دوں گا۔ اگر وہ خاموش رہے گا میں اپنے اکر دو
گا۔ اگر براہی کرے گا اس کو اپنی رحمت میں جگ کر دوں گا۔
اگر فرار کرے گا اپنی طرف بلا دوں گا۔ اگر میری طرف و اپس
آیکا اسے قبول کر دوں گا۔ اگر میرے دروازے پر دشک دے
گا دروازہ کھول دوں گا۔

جو اور

میری وحدانیت کی گواہی نہ دے۔ میری وحدانیت کی گواہی
تودے لیکن میرے بندے اور رسول محمد کی رسالت کی گواہی
نہ دے یا ان کی رسالت کی گواہی تودے لیکن یہ گواہی نہ دے
کہ علی بن ابی طالب میرے خلیفہ ہیں یا علی کی خلافت کی تو گواہی
دے لیکن ان کی نسل کے اماموں کی امامت و ولایت کی
نقیہ: صفحہ ۲ پر

ان دروازوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ خداوند
عالم کی عبادت و اطاعت کیلئے محنت خدا کی معرفت ضروری ہے۔ چونکہ
انسان عبادت خداوندی کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہذا مقصد خلافت محنت
خدا کی معرفت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اب ذر ارسو خداصلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی اس حدیث پر غور فرمائیے جس کو شیعہ اور سنی دونوں نے
بالاتفاق نقل کیا ہے۔

”مَنْ مَا تَوَلَّ مِنْهُ لَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَا تَ

مِيَتَةً جَاءَ هَلِيلَةً“
”جو اس حالت میں دنیا سے چلا جائے کہ اپنے زمانہ کے امام کی
معرفت نہ رکھتا ہو اس کی موت بجاہیت کی موت ہوگی“
(بیانیع المودہ باب ۳۶۹ ص ۱۳۲)

اس کے ساتھ ساتھ ذیل کے واقعہ پھیبھی خوب توجہ فرمائیے جس
سے باقاعدہ واضح ہو جائے گا کہ زندگی میں محنت خدا کی معرفت کس قدر ضروری
اور لازمی ہے۔ اس وقت حضرت امام محمدی علیہ السلام کی امامت کا عقیدہ
کن اہم خصوصیات کا حامل ہے۔ یعنی ہمارے پورے ایمان و عبادت
کا دار و مدار حضرت ولی عصر علیہ السلام کی امامت کے عقیدہ پر ہے۔ ان
کی امامت کے عقیدہ سے ذرہ برابر الحروف ہم کو دین سے دور کر دے گا
ان کی امامت کے بغیر ہمارا کوئی بھی عمل خدا کی بارگاہ میں قبول نہیں ہو گا۔
”بنی اسرائیل میں ایک کھانہ مخصوصیت یہ تھی اس کھانے
کا کوئی فردا کچالیس رات خدا کی بارگاہ میں دعا کرنے والوں کی دعا قبول ہوتی
اور مراد جاتی تھی ان کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی تھی۔“

”ان میں سے ایک شخص نے ایک مقصد کیلئے چالیس رات عبادت
کی اور اس کے بعد دعا کی لیکن اس کی دعا قبول نہیں ہوئی اس کی مراد پوری نہیں
ہوئی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کیا
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دعا کرنے کی درخواست کی۔ جناب عیسیٰ ع
نے وضو کیا اور نماز پڑھی خدا کی۔ ”بارگاہ میں دعا کی خدا کی طرف سے جواب
آیا۔“

”يَا عِيسَى اَنَّ عَبْدِي اَتَأْتَى مِنْ عَبْرِ الْأَبَابِ الَّذِي
اُوْتَى مِنْهُ اِسْتَهْدَى دَعَائِي وَ فِي قَلْبِهِ شَكْرٌ مِنْكَ
فَلَوْدَعَانِي حَتَّى يَنْقَطِعَ عَنْقُهُ وَ تَنْتَشِرَ آنَامِهُ“

يَا مَوْلَايَ

يَا مَوْلَايَ شَقِيْ مَرْتَحِ الْفَكِيرُ وَسَعْدَ مَنْ أَطَاعَكَمْ
 فَأَشْهِدْ عَلَى مَا اشْهَدْتَكَ عَلَيْهِ لَنَأَوْلَىكَ بَرِيْ
 مَنْ عَدَوْكَ فَالْحَقُّ أَضَيْتُمُوكَ وَالْبَاطِلُ مَنْ
 أَسْخَطْتُمُوكَ وَالْمَحْرُوفُ مَا أَمْرَكَ بِهِ وَالْمُنْكَرُ مَا لَهَيْتَهُ
 فَنَفْسِي مُؤْمِنٌ بِاللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ
 بِرَسُولِهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَيَكُمْ يَا مَوْلَايَ أَوْلَىكَمْ وَ
 أَخْرِكَمْ وَنَصْرَتِي مُعَلَّكَ لَكَمْ وَمَوْلَايَ خَالِصَتِي
 لَكَمْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

(ما خود زیارت آل عیسی)

لَكَمْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: اے میکے مولا وہ بدجھیچے جس نے آپکی مخالفت کی اور وہ سید ہے جس نے آپکی اطاعت کی۔ آپ لوہی دیں جن باطل پر آپکو گواہ فرازے رہا ہوں میں آپ کا دوست ہوں اور آپکے دشمنوں سیزار ہوں حق وہی ہے جس کو آپ نے پسند کیا ہے اور باطل وہ ہے جس سے آپ ناراض ہوئے معروف وہ جس کا آپ نے حکم دیا اور مکروہ ہے جس سے آپ نے منع کیا میرزا نفس اس خدا پر ایمان لایا ہے جو اکیلا اور لا شرکیت ہے اور اس کے رسول اور امیر المؤمنین اور آپ کے اول و آخر سب پر ایمان لایا ہے لئے میکے مولا آپ کے لئے میری مدد حاضر ہے اور میری محبت خالص ہے۔ خدا یا ہم اسی دعا کو قبول فرماء۔ قبول فرماء۔

ایسو سی ایشن آف امام مہدی پرست کتب، ۱۹۸۲ء میں نہ